لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

مدینہ منورہ کا قدیم منظر

مدرسہ کا شجرۂ نسب

حقیقی مدرسہ کی بنیاد اور پہلے مدرسہ کی بنیاد کہاں رکھی گئی ہے، پہلے مدرسہ کی بنیاد قرطبہ اور غرناطہ میں نہیں رکھی گئی، قیروان اور قاہرہ میں نہیں رکھی گئی، دہلی اور لکھنؤ میں نہیں رکھی گئی، فرنگی محل، ندوۃ العلماء اور دار العلوم دیوبند میں نہیں رکھی گئی، پہلے مدرسہ کی بنیاد مسجد نبوی میں رکھی گئی اور اس مدرسہ کا نام صفہ تھا، آپ مجھے معاف کریں، میں مدرسوں میں صحیح النسب مدرسہ اور عالی نسب مدرسہ اسی کو سمجھتا ہوں جس کا شجرۂ نسب صفہ نبوی پر جاکر ختم ہو اور میں اسی مسجد کو صحیح النسب مسجد سمجھتا ہوں جس کا شجرۂ نسب کعبہ ابراہیمی پر جاکر ختم ہو اور مسجد نبوی پر ختم ہو، میں اس کے مقابلہ میں دوسرے الفاظ بولنا نہیں چاہتا کہ وہ مسجد کیا کہلائے گی؟ لیکن قرآن مجید نے بتادیا ہے، ہمیں اور آپ کو کوئی نیا لقب ایجاد کرنے کی ضرورت نہیں، وہ مسجد ''مسجد ضرار'' کہلائے گی جس کا شجرۂ نسب ابراہیم ومحمد علیہما السلام کی بنائی ہوئی مسجدوں پر ختم نہیں ہوتا۔

اور وہ مدرسہ، مدرسہ نہیں بلکہ انسانیت کی قتل گاہ کہلائے گا جس کا شجرۂ نسب صفحہ نبوی پر ختم نہیں ہوتا، مسجد نبوی پر ختم نہیں ہوتا اور ابوذرؓ وسلمانؓ پر ختم نہیں ہوتا، صدیقؓ وعلیؓ پر ختم نہیں ہوتا، زیدؓ اور سیدہ عائشہؓ پر ختم نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

سالانہ زرتعاون -/250

۱۰/ستمبر ۲۰۱۲ء

فی شمارہ =/12₹

پندرہ روزہ
تعمیرِ حیات
لکھنؤ

جلد نمبر ۴۹

۱۰ ستمبر ۲۰۱۲ء مطابق ۲۲ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

شمارہ نمبر ۲۱

اس شمارے میں

شعروادب
توحید خالص — خواجہ الطاف حسین حالی — ۲

اداریہ
دور حاضر میں ندوۃ العلماء کی معنویت — شمس الحق ندوی — ۳

قندیل فروزاں
تربیت کے لیے ضروری ہدایات — حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ — ۵

خیال افروز
علمائے سلف میں کتب بینی کا شوق — علامہ سید سلیمان ندویؒ — ۷

نگاہ بلند
مدارس اسلامیہ روشنی کے مینار — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۱۱

وراثت نبوی
تعلیم وتربیت۔ حکیمانہ انداز — مولانا مفتی محمد تقی عثمانی — ۱۶

فقہ و فتاویٰ
سوال وجواب — مفتی محمد ظفر عالم ندوی — ۲۰

انسانی سماج
غیبت کا کلچر اور اس کی بنیادیں — شاہ نواز فاروقی — ۲۱

خبرو نظر
عالم اسلام — جاوید اختر ندوی — ۲۳

عصر حاضر
مغربی خواتین کی اسلامی طرز زندگی سے رغبت — ادارہ — ۲۵

دین برحق
ایک عالمی شہرت یافتہ مصور کا قبول اسلام — وصی احمد — ۲۶

نکہت ونور
خانۂ خدا سے دیار حبیب میں — محمود حسن حسنی ندوی — ۲۸

زیر سرپرستی
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی
مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

نائب مدیر
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
• مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی • مولانا خالد ندوی غازی پوری
• نعیم الرحمن صدیقی ندوی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ
Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007
E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250 — فی شمارہ -/12 — ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے -$50 ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques [illegible]

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

Ready made
R.C.C. Precast
Minar for Masjid.

آر سی سی سیمنٹ کے پریکاشٹ تیار شدہ مسجد کے مینار، کم قیمت، کم وقت میں پھٹنگ، مضبوط اور خوشنما مینار کے لیے رابطہ کریں۔

Zam Zam Minar زم زم مینار
Old Haiderganj, Lucknow
اولڈ حیدر گنج، لکھنؤ
Mob.: 9935511786, 9793380786 موبائل
9793379786, 9453138424
website: www.Zamzamminar.com ویب سائٹ

شیشہ وٹائلس کے بھی مینار 7 سے 45 فٹ تک آرڈر پر بنتے ہیں۔

شعر وادب

توحید خالص

خواجہ الطاف حسین حالیؔ

یہ سنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا
یہ راعی نے للکار کر جب پکارا

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زبان اور دل کی شہادت کے لائق

اسی کے ہیں فرمان اطاعت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اسی پر ہمیشہ بھروسا کرو تم
اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم

اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم
اسی کی طلب میں مرو جب مرو تم

مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی

خرد اور ادراک رنجور ہیں واں
مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں

جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں
نبی اور صدیق مجبور ہیں واں

نہ پرسش ہے رہباں و احبار کی واں
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں

نصاریٰ کے مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا

مری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا

سب انسان ہیں جس طرح سرفگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی اک اس کا بندہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

☆☆☆☆☆

اداریہ

دور حاضر میں ندوۃ العلماء کی معنویت

شمس الحق ندوی

ندوۃ العلماء جس کا اس وقت عالم عربی میں خصوصاً اور سارے عالم میں عموماً شہرہ اور چرچا ہے، چرچا ہی نہیں بلکہ اس کو رشک وشوق کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور اس کی طرف انتساب کو باعث فخر سمجھا جاتا ہے، کن حالات میں اس کا قیام عمل میں آیا؟ کیسے کٹھن مراحل سے اس تحریک کو گذرنا پڑا؟ اور اسی کے ساتھ کچھ بندگان خدا نے اس تحریک کو کس والہانہ انداز میں قبول کیا اور اپنا سرمایہ اس پر نچھاور کیا اپنی آن کو ندوہ کی شان پہ قربان کیا؟ اس کا اندازہ تاریخ ندوۃ العلماء کے مطالعہ سے ہوگا۔

کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں ایک بڑھیا بھی تھی جو کچھ سوت لے کر حاضر ہوئی تھی، اسی طرح ندوہ کی شیدائی ایک بڑھیا کے پاس دونی (دو آنہ) تھی، اس نے اس کو پیش کردیا، یہ دونی ایسی قابل قدر تھی کہ اس کو خان بہادر منشی اطہر علی رحمہ اللہ نے ایک اشرفی میں خرید لیا اور اس کو نذر ندوہ کردیا، حالات کا جو تقاضہ تھا، امت مسلمہ ہندیہ موت وحیات کی جس کشمکش میں مبتلا تھی، اس میں تو یہ ہونا ہی چاہئے تھا، مدرسہ فیض عام کانپور کی چٹائی پر اس انقلاب انگیز تحریک کی داغ بیل ان روح فرسا حالات میں پڑی جس کا نقشہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کے قلم گہربار نے اس طرح پیش کیا ہے:

"انقلاب وحوادث کے جو طوفان ملک میں اٹھ رہے تھے، ان سے حساس مسلمانوں کے دل مضطرب تھے، مدارس ومکاتب کا پرانا سلسلہ ٹوٹ رہا تھا، انگریزی اسکول اور کالج میں مسلمان لڑکے کھنچ رہے تھے، سلطنت کے اثر سے عیسائیت کا چرچا تھا، مشنریوں کے جال ہر طرف پھیلے ہوئے تھے، ان کے یتیم خانے ہر جگہ قائم تھے، مسلمانوں اور عیسائیوں میں مناظروں کی گرم بازاری تھی، دونوں طرف سے رسائل لکھے جارہے تھے، یورپ کے نئے خیالات سیلاب کی طرح امڈے چلے آرہے تھے، عام علماء زیادہ تر پڑھنے پڑھانے میں مصروف، کچھ معمولی معمولی، چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھے تھے، اور خواص تقلید اور عدم تقلید، قرأت فاتحہ، آمین بالجہر اور رفع یدین کے مسئلوں میں ایسے گھستے تھے کہ مناظرہ، مجادلہ اور مجادلہ، مقاتلہ بن گیا تھا، خدا کے گھر لڑائی کے میدان بن گئے تھے، ایک دوسرے کی تفسیق اور تکفیر پر بڑی مہریں ہورہی تھیں"۔

اس وقت امت مسلمہ پھر کچھ اسی طرح کے حالات سے دوچار ہیں، اس کے سر پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں جو یک لخت اس کا خاتمہ کردینا چاہتے ہیں، یہ صورت مشرق سے لے کر مغرب اور شمال سے لے کر جنوب تک بپا ہے، مگر ہماری سادہ لوحی، بے خبری یا ناعاقبت اندیشی ہم کو چھوٹے اور محدود مسائل میں الجھا کر ہماری توانائیوں کو ضائع کررہی ہے، کاش! ہم ہوا کے رخ کو پہچانتے اور غفلت کی نیند سے بیدار ہوتے کہ یہ وقت داخلی انتشار وخلفشار کا نہیں، بلکہ اپنی سرحدوں کی حفاظت اور مکار دشمن سے نبرد آزمائی کا ہے۔ تحریک ندوۃ العلماء کا ایک مخالف اس کے ایک اجلاس میں مخالفانہ پمفلٹ چھپا کر لایا کہ اس کو وہاں تقسیم کرے گا مگر جب اس بزم نورانی میں پہونچا تو اس کا ایسا شیدائی ہوا کہ بھرے اجلاس میں اپنے ہاتھوں پمفلٹ کو پھاڑ دیا اور ندوۃ العلماء کی تائید میں نہایت درد بھرے انداز میں تقریر کی۔

موجودہ حالات وخطرات کا مقابلہ ہم اسی وقت کرسکیں گے جب ہمارے اندر وسعت ظرفی ہو، وسیع النظری اور حالات کے گردوپیش سے باخبری ہو، اگر یہ نہ کیا گیا تو ہم اسلاف کے ناخلف اخلاف ثابت ہوں گے اور آنے والی نسلیں ہم کو معاف نہیں کریں گی، اس وقت اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ندوۃ العلماء کے ان

اصولوں کو گلے لگایا جائے، جنھوں نے بچھڑوں کو ملایا تھا، روٹھوں کو منایا تھا، اور اتحاد و یگانگت کا صور پھونکا تھا جس نے امت مسلمہ ہندیہ کو ہلاکت وتباہی سے بچالیا تھا الحمدللہ کہ اہل ندوہ اب بھی اپنی بساط بھر اس کام کو انجام دے رہے ہیں، ندوۃ العلماء نے ہندوستانی علماء کے علمی ودعوتی اور تحقیقی کاموں، کتاب وسنت کی خدمت اور اس براعظم میں ان کی اسلامی خدمات کا بھر پور تعارف کرایا اور باہر کی دنیا میں علماء ہند کا مقام بلند کیا، نہ صرف ان کا مقام بلند کیا، بلکہ ان کی تصنیفات وتحقیقات سے استفادہ کا دروازہ کھول دیا، ہندوستانی علماء کی بہت سی مایہ ناز تصنیفات کا تعارف عرب دنیا میں ندوۃ العلماء نے کرایا، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عالم اسلام میں ندوۃ العلماء کی برکت سے ایک نئی بیداری کا کام لیا، خصوصاً ندوۃ العلماء کے ناظم مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کو جو ندوۃ العلماء کے فکر کی ترجمان ہیں وہ قبولیت عطا فرمائی کہ اس وقت وہاں کا کوئی شخص اگر ان کی تصنیفات سے بے خبر ہو تو پڑھا لکھا نہیں سمجھا جاتا، بلاد عربیہ میں بہت سے نازک موقعوں پر جہاں ایک نیا فکر ورجحان جنم لے رہا تھا، ندوۃ العلماء نے رہنمائی کی اور فتنوں کا خاتمہ ہوا، اس وقت کے جو حالات ہیں ان میں اس کی شدید ضرورت ہے کہ ہم تنگ نظری کے دائرہ سے نکل کر حالات کو سمجھنے اور ان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کریں، ہم یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہندوستان میں جماعتی تعصب اور تحزب کار جحان امت کے اتحاد کو بڑا نقصان پہونچا رہا ہے۔

ہم نے اپنے کو صرف دوسروں کے عیب بیان کرنے کے لئے وقف کر دیا ہے، قوم کے اندر خوبیاں پیدا کرنے کی آواز نہیں لگاتے، یہ نوحہ وماتم قوم کو زندگی کا پیغام نہیں دے سکتا۔

بقول حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کہ: قوم کی برائیاں بیان کرنے میں وقت صرف نہ کرو، بلکہ اس کے اندر خوبیاں پیدا کرنے کی فکر کرو تو برائیاں ازخود ختم ہو جائیں گی، کاش! ہمیں حالات کو سمجھنے اور خطرات کو بھانپنے کی توفیق ملتی۔

☆☆☆☆☆☆

نائب صدر جمہوریہ ہند جناب محمد حامد انصاری کی دارالعلوم ندوۃ العلماء آمد

ناظم ندوۃ العلماء سے ملاقات اور مہتمم دارالعلوم کی کتاب کی رسم اجراء

نائب صدر جمہوریہ ہند جناب محمد حامد انصاری مورخہ ۸ر ستمبر ۲۰۱۲ء ساڑھے ۱۱ بجے دن کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لائے، اور ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ سے ملاقات کی، حضرت مولانا سے نائب صدر محمد حامد انصاری کا تعارف مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے تعلق کے توسط سے بہت پہلے سے رہا، ان کی آمد صرف اخلاقی ملاقات کے لیے تھی، ملاقات کے وقت مہتمم دارالعلوم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی، ناظر عام ندوۃ العلماء مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی، جناب شاہد حسین، جناب محمد اسحٰق کانپوری موجود تھے، اتر پردیش کے وزیر صحت جناب احمد حسن بھی اس موقع پر نائب صدر کے ہمراہ تھے۔

جناب محمد حامد انصاری کی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ سے گفتگو میں ملک کے سماجی حالات زیر تذکرہ رہے، خاص طور پر اخلاقی گراوٹ پر افسوس کا اظہار دونوں جانب سے ہوا، اور اس کو دور کرنے کی تدابیر پر گفتگو کی، انہوں نے کہا کہ ایک طرف دنیا سائنسی ترقی کر رہی ہے، دوسری طرف اخلاقی تنزلی کا بری طرح شکار ہے۔

ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے جناب محمد حامد انصاری کو اپنی کتابوں کا تحفہ پیش کیا، پھر مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے اسی دن طبع ہو کر آنے والی اپنی نئی کتاب "۴۸ر سال شفقتوں کے سائے میں" نائب صدر کو دی تاکہ وہ رسم اجراء کریں، مولانا اعظمی نے اس کتاب میں عالم اسلام کی قابل قدر شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی سرپرستی میں گزرے ۴۸ر سال اور اس مدت میں پیش آئے مختلف حالات وواقعات کا تذکرہ کیا ہے، جناب محمد حامد انصاری نے اس موقع پر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی بین الاقوامی، ملی، انسانی واسلامی خدمات نیز ان کی محبوب شخصیت کا ذکر تعریف وتوصیف کے ساتھ کیا، انہوں نے کتاب کی طباعت کی تعریف بھی کی۔

☆☆☆☆☆

قندیل فروزاں

تربیت کے لیے ضروری ہدایات

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

۱۔تربیت کے لئے نہ زیادہ سختی ہو نہ زیادہ نرمی ہو، بہت سلیقہ کی ضرورت ہے۔

۲۔کھلائی کو تاکید کردیں کہ اس کو غیر جگہ نہ کھلائے، اگر کوئی اس کو کھانے پینے کی چیز دے تو گھر لا کر ماں باپ کے روبرو رکھدے، آپ ہی نہ کھلائے۔

۳۔جب بچہ سمجھدار ہو جائے تو اس کو اپنے ہاتھ سے کھانے کی عادت ڈالیں اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھلوایا کرے اور داہنے ہاتھ سے کھانا سکھلادیں اور اس کو کم کھانے کی عادت ڈالیں تاکہ بیماری اور حرص سے بچا رہے۔

۴۔بچہ کو منجن، مسواک کی عادت ڈالیں۔

۵۔بچہ کو عادت ڈالیں کہ بجز (سوا) اپنے بزرگوں کے اور کسی سے کوئی چیز نہ مانگے اور نہ بغیر اجازت کسی کی دی ہوئی چیز لے۔

۶۔لڑکوں کو تعلیم کرو کہ سب کے سامنے اور خاص کر لڑکیوں یا عورتوں کے سامنے ڈھیلے سے استنجاء نہ سکھایا کریں۔

۷۔اگر تمہارا بچہ کسی کا قصور وخطا کرے تو تم کبھی اپنے بچہ کی طرف داری مت کرو، خاص کر بچوں کے سامنے ایسا کرنا بچہ کی عادت خراب کرنا ہے۔

۸۔اپنے بچوں کی دیکھ بھال رکھو تاکہ وہ ماما یا نوکروں کو یا ان کے بچوں کو نہ ستانے پائیں، کیونکہ یہ لوگ لحاظ کے مارے زبان سے تو کچھ نہیں گے، لیکن دل میں ضرور کوسیں گے، پھر اگر نہ بھی کوسا تب بھی ظلم کا وبال اور گناہ ضرور ہوگا۔

۹۔جہاں تک میسر ہو جو علم، جو فن سکھلائیں ایسے آدمی سے سکھلائیں جو اس میں پورا ماہر اور کامل ہو، بعضے آدمی سستا معلم رکھ کر اس سے تعلیم دلواتے ہیں، (اس سے) شروع ہی سے طریقہ بگڑ جاتا ہے، پھر درستی مشکل ہو جاتی ہے۔

۱۰۔(چاہئے کہ) غصہ میں کسی کو نہ مارے اولاد کو، نہ شاگرد کو، بلکہ غصہ کے وقت اس کو سامنے سے دور کردے یا خود چلا جائے، پھر جب غصہ ختم ہو جائے تو تین مرتبہ سوچ کر پھر مناسب سزا دے۔

۱۱۔کسی بچہ یا شاگرد کو سزا دینا ہو تو موٹی لکڑی یا لات گھونسہ سے مت مارو، اللہ بچائے اگر کہیں نازک جگہ چوٹ لگ جائے تو لینے کے دینے پڑ جائیں اور چہرہ اور سر پر بھی مت مارو۔

۱۲۔یہ غلط ہے کہ ابتدائی کتابوں کے واسطے معمولی آدمی کو کافی سمجھا جاتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں میزان میں کیا رکھا ہے، میں کہتا ہوں ابتدائی تعلیم کے لیے بڑی قابلیت کی ضرورت ہے، (اسلئے) "میزان الصرف" پڑھانے والا بھی عالم تبحر ہی ہونا چاہئے۔

۱۳۔بچوں کو ماں باپ بلکہ دادا دادی کا بھی نام (بلکہ پورا پتہ) یاد کرادو اور کبھی پوچھتے بھی رہا کرو تاکہ اس کو یاد رہے، اس میں یہ فائدہ ہے کہ اگر خدانخواستہ بچہ کھو جائے اور اگر اس سے پوچھے تو کس کا ہے تیرے ماں باپ کون ہیں؟ (وغیرہ) تو اگر بچہ کو نام اور پتہ یاد ہوں گے تو بتلادے گا، پھر کوئی نہ کوئی تمہارے پاس اس کو پہنچا دے گا۔

۱۴۔پڑھنے والے بچوں کو کوئی چیز دماغ کی طاقت کی ہمیشہ کھلاتے رہو۔

۱۵۔جو لڑکیاں باہر نکلتی ہیں ان کو زیور مت پہناؤ، اس میں جان ومال دونوں طرح کا اندیشہ ہے۔

۱۶۔لڑکیوں پر تاکید رکھو کہ لڑکوں میں نہ کھیلا کریں، کیونکہ اس میں دونوں کی عادت بگڑتی ہے اور غیر کے لڑکے گھر میں نہ آئیں، چاہے وہ چھوٹے ہی ہوں، مگر اس وقت لڑکیاں وہاں سے ہٹ جایا کریں۔

۱۷۔جو لڑکیاں تم سے پڑھنے آئیں، ان سے اپنے گھر کا کام مت لو، نہ ان سے اپنے بچوں کو ٹہل کراؤ، بلکہ ان کو بھی اپنی اولاد کی طرح رکھو اس کا بھی خیال رکھو کہ ان کو ضروری ہنر بھی آجائیں، ان کو کھانا پکانا اور سینا پرونا سکھاؤ۔

۱۸۔بہت امور بدون تعلیم محض طبعی طور پر معلوم نہیں ہوتے، مثلاً پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منھ نہ کرو، کس چیز سے استنجاء کرو، آبدست کس طرح لو، یہ چیزیں سکھلانے ہی کی ہیں۔

۱۹۔اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ (دعوت میں) بچوں کو ہمراہ لے جاتے ہیں یہ ٹھیک نہیں، اس سے بچوں کی عادت (بگڑ کر خراب) ہو جائے گی۔

والد صاحب میرٹھ میں رہتے تھے اور بچپن میں ہم دونوں بھائی بھی وہیں رہتے تھے، تو جس دن مسجد میں قرآن مجید ختم ہوتا، تو فرماتے کہ دیکھو جانا مت، کیا ذرا سی چیز کے واسطے جاؤ گے وہ طے

نہ ملے، ملے بھی تو خدا جانے کس ذلت سے ملے، میں تم کو بازار سے بہت سی مٹھائی منگائے دیتا ہوں، اسی طرح دعوت میں بھی اپنے ہمراہ نہیں لے جاتے تھے تاکہ عادت نہ پڑے اور نفس میں دنائت (گھٹیاپن) نہ پیدا ہو، ہماری بہت اچھی تربیت فرمائی تھی۔

۲۰۔ ایک صاحب نے بڑی حکمت کی بات کہی، آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، وہ یہ کہ اگر بچہ کسی چیز کو مانگے تو اس کی درخواست اول وہلہ میں ہی پوری کردے اور اگر پہلی بار میں انکار کردیا تو پھر بچہ خواہ کتنا ہی اصرار کرے ہرگز اس کی ضد پوری نہ کرے، ورنہ آئندہ اس کی یہی عادت پڑ جائیگی، الغرض بچوں کی تربیت کے لئے بڑے ہی حکیم کی ضرورت ہے۔

۲۱۔ آج کل لوگ اپنی اولاد کی ایسی تربیت کرتے ہیں جیسا قصائی گائے کی تربیت کرتا ہے کہ اس کو کھلاتا ہے پلاتا ہے، حتیٰ کی وہ خوب موٹی تازی ہوجاتی ہے؛ لیکن غرض اور مآل اسکا یہ ہوتا ہے کہ اس کے گلے پر چھری پھیری جاتی ہے، اسی طرح یہ لوگ اپنی اولاد کی خوب زیب وزینت، تعیش میں پرورش کرتے ہیں اور انجام اس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ لقمۂ جہنم ہوتے ہیں اور ان کی بدولت مربی کی بھی گردن ناپی جاتی ہے کیونکہ اس تعیش کی بدولت اولاد کو نہ نماز کی خبر ہوتی ہے اور نہ روزے کی اور بعض نامعقول تو حد سے گذر جاتے ہیں کہ ان کو اسلام کی کسی بھی بات کی خبر نہیں ہوتی۔

۲۲۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اسکولوں میں جو بچے پڑھتے ہیں ان کو تعطیلات میں اللہ والوں کی صحبت میں رکھا جائے، خواہ وہاں جاکر نماز بھی نہ پڑھیں مگر عقائد وخیالات تو درست ہوں گے، اب تو آزادی بے حد ہورہی ہے جو پہلے انگریزی خوانوں میں نہ تھی، وجہ یہ ہے کہ ان کی پرورش دینداروں کی آغوش میں ہوتی تھی اور اب انگریزی خوانوں کی آغوش میں ہوتی ہے، آگے اور زیادہ اندیشہ ہورہا ہے، یہ سنبھالنے کا وقت ہے، بڑا نازک وقت ہے۔

۲۳۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ فٹ بال کیلئے وقت ہو اور درستی اخلاق کیلئے وقت نہ نکل سکے، پس اپنی اولاد کے لئے یہ ضروری کرو کہ روزمرہ جیسا ہر کام کے لئے نظام الاوقات ہے ایسا ہی اسکے لئے بھی ایک وقت مقرر کردو کہ فلاں مسجد یا فلاں جگہ، فلاں بزرگ کے پاس جاکر کچھ دیر بیٹھا کریں اور اگر اسکے شہر یا بستی میں کوئی ایسا شخص نہ ہو تو چھٹی کے زمانے میں کسی بزرگ کی خدمت میں بھیج دیا کرو، اس زمانے میں تو ان کو کوئی کام بھی نہیں ہوتا، کمبخت دن رات مارے مارے پھرتے ہیں، نہ نماز کے نہ روزے کے، ماں باپ خوش ہیں کہ ہم نماز کے بہت پابند ہیں، حالانکہ انکو یہ خبر نہیں کہ قیامت میں وہ اولاد کے سبب انکے ساتھ جہنم میں جائیں گے، یہ مسلمانوں کے بچے ہیں، مسلمان خواتین کی گود کی پرورش کیے ہوئے ہیں اور آغوش جہنم میں دیئے جارہے ہیں، آپ خوش ہیں کہ ہم نے بی.اے. کردیا، ایم.اے. کردیا، حالانکہ آپ نے جہنم کی پگڈنڈی پر چھوڑ دیا اور آنکھوں پر ایسے چشم بند چڑھاتے ہیں کہ شاہراہ جنت نظر ہی نہ آسکے۔

☆☆☆☆☆

اہم اعلان

۴۸ سال شفقتوں کے سائے میں

مؤلف: حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی

(مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

☆ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی زندگی کے مختلف فکری اور عملی زاویوں کا مفصل تبصرہ

☆ حضرت مولاناؒ کے فیض علم وادب اور اخلاق وروحانیت کی روشن تصویر

☆ حضرت مولاناؒ کی حکمت وتربیت کا ایک مرقع اور ان کی پہلودار شخصیت میں ایک انسان کامل کا عظیم الشان نمونہ

یہ اور بہت سی دیگر معلومات کا ذخیرہ، اس کتاب کے اندر آپ کو ملے گا۔

یہ کتاب ۸۷۲ صفحات پر مشتمل ہے، خوبصورت جلد مع گرد پوش

ناشر: مکتبۂ فردوس، مکارم نگر، لکھنؤ

یہ کتاب دار العلوم ندوۃ العلماء، کے تمام قریبی مکتبات سے بآسانی حاصل ہوسکتی ہے۔

رابطہ نمبر: 9415546882 9839214572

خیال افروز

علمائے سلف میں کتب بینی کا شوق

علامہ سید سلیمان ندویؒ

علمی زر وجواہر جن خزانوں میں سربمہر محفوظ ہیں ان کا نام کتاب ہے، گزشتہ علماء جن خزانوں کے مالک تھے ان میں سے اب بھی اکثر مع اضافہ کے موجود ہیں، دور دراز مقامات جو پہلے پیادہ پا برسوں میں طے ہوتے تھے، اب ہفتوں میں طے ہوتے ہیں، چھاپہ کی ایجاد نے کتابوں کو عام کردیا، مدارس شہر بشہر قائم ہیں، لیکن باوجود ان تمام آسائشوں کے، ان تمام راحتوں کے، اس فضل و کمال کے جوہر اب نظر نہیں آتے، جس نے دور ماضی میں ایک ایک ذرہ کو آفتاب بنادیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ خزانے گو ہمارے پاس اب تک محفوظ ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ سفر کی گذشتہ زحمتیں زائل ہوگئی ہیں اور پریس نے کتابیں عام کردی ہیں، لیکن وہ توجہ کامل، وہ شوق طلب، وہ حرص علم اب مفقود ہے جو علماء کو رات رات بھر لطف وخواب سے محروم رکھتا تھا، جس سے لذت علم لذت طعام سے زیادہ خوشگوار معلوم ہوتی تھی، جس کی محویت خود فراموشی پیدا کردیتی تھی، جس کا شوق نظارہ مصائب زمانہ اور سکرات موت کو بھی بھلادیتا تھا، موجودہ تعلیم کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ طلباء نصاب کی چند کتابوں کے سوا سلف کے تمام علمی کارناموں سے بے خبر، ان کے علمی نتائج وجد جہد سے ناآشنا ہوتے ہیں، ہم اپنا بڑا کمال یہ سمجھتے ہیں کہ مندرجہ نصاب کتابوں کا ایک ایک حرف مع اعتراضات وحواشی کے نوک زبان ہو، چند کتابوں کے پڑھ لینے کے بعد ہم اپنے کو فارغ التحصیل کہتے ہیں، جس کے معنے گویا یہ ہیں کہ ہم ہر قسم کے علوم سے فارغ ہوگئے ہیں، ہمارے معاملات میں ایک ذرہ کا بھی اضافہ نہیں ہوسکتا، حالانکہ کتب نصاب صرف استعداد کی ذمہ دار ہیں، ورنہ اصلی علوم ان دفتروں میں محفوظ ہیں جو قدیم خاندانوں کے صندوقوں اور کتب خانوں کی الماریوں میں مدفون ہیں، یہی وجوہ ہیں کہ طالب علمانہ زندگی کے بعد ہم پھر کسی کتاب کو ہاتھ تک نہیں لگاتے اور اس وقت سے لے کر تادم مرگ ہمارے دائرہ معلومات میں ایک نقطہ کا بھی اضافہ نہیں ہوتا۔

اڈورڈ گبن (المتوفی ۱۷۹۴ء) بلالحاظ موسم اپنے مطالبہ کے کمرہ میں چھ بجے صبح کو داخل ہوجاتا تھا، ایڈمنڈ برک (المتوفی ۱۷۹۷ء) طبقہ انسانی میں سب سے بڑا جفاکش تھا، لیٹر ایک جرمن فلاسفر (المتوفی ۱۷۱۶ء) اپنے کتب خانہ سے کبھی باہر نہیں نکلتا تھا، بسکل نے شوق مطالبہ میں اپنی جان دیدی سایسر روم کا مشہور مقرر کثرت مطالعہ سے مرتے مرتے بچ گیا، ملٹن مطالعہ کا اس قدر پابند تھا جس قدر اہل پیشہ اپنے پیشہ کے پابند ہوتے ہیں، یہ مغربی حکماء کی مثالیں ہیں، کیا ہماری تاریخ بھی ایسے نمونے رکھتی ہے، ہماری موجودہ حالت تو اس کا جواب نفی میں دیتی ہے، لیکن تاریخ اسلاف کی زبان سے سنو وہ کیا جواب دیتی ہے، قدماء کا یہ حال تھا کہ ایک ایک کتاب سینکڑوں بار پڑھ کر بھی ان کو تسکین نہیں ہوتی، قید خانوں میں بھی بغیر علمی شغل کے ان کو چین نہ آتا تھا، ایک ایک مسئلہ کے حل کے لئے سینکڑوں میل پیادہ پا طے کرتے تھے، ایک ایک کتاب کی تصنیف ومطالعہ میں چالیس چالیس اور پچاس برس صرف کردیتے تھے، جن کی وجہ سے قوم تاج شاہی سے بڑھ کر عماموں کی عزت کرتی تھی، تخت وتاج سے زیادہ منبر اسکی آنکھوں میں خوشنما معلوم ہوتا تھا۔

علامہ مسعودیؒ نے کتاب کی کس قدر فصیح اور صحیح تعریف کی ہے:

اے میری کتابو! تم میری جلیس وانیس ہو، تمہارے ظریفانہ کلام سے نشاط اور تمہاری ناصحانہ باتوں سے تفکر پیدا ہوتا ہے، تم پچھلوں اور پہلوؤں کو ایک عالم میں جمع کردیتی ہو، تمہارے منھ میں زبان نہیں، لیکن تم زندوں اور مردوں دونوں کے افسانے سناتی ہو، تم ہمسایہ ہو، لیکن ظلم نہیں کرتیں، عزیز ہو، لیکن غیبت نہیں کرتیں، دوست ہو، لیکن مصیبت میں ساتھ نہیں چھوڑتیں۔

جاحظ کہتا ہے:

کتاب سب سے بہتر خزانہ، بہتر ہمنشیں، بہتر شغل ہے، تنہائی کی دوست اور مسافرت کی رفیق ہے۔

بعض حکماء کا قول ہے کہ کتابیں علماء کے باغ ہیں۔ متنبی کہتا ہے ع

وخیر جلیس للرجال کتاب

(انسان کا سب سے بہتر ہمنشیں اس کی کتاب ہے)

منصور بن مہدی نے مامون سے پوچھا کہ ہم کو علم کب تک حاصل کرنا چاہئے؟ مامون نے جواب دیا کہ جب تک جسم میں جان رہے۔

حضرت ابن عمرؓ جن سے بڑھ کر صحابہ میں کوئی متبع سنت نہ تھا، ان کے پوتے عبداللہ بن عبدالعزیز کا یہ حال تھا کہ وہ لوگوں کی صحبت سے بھاگتے تھے، ہمیشہ ہاتھ میں کوئی کتاب لے کر قبرستان میں چلے

جاتے تھے اور اس کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے، لوگوں نے جب اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: یہ گورستان سے بڑھ کر کوئی ناصح، کتاب سے بڑھ کر کوئی مونس اور تنہائی سے بڑھ کر کوئی محافظ ہم کو نظر نہیں آتا۔ (کتاب المحاسن والاضداد/۳)

اہل وعیال سے بے خبری

امام ابن شہاب زہریؒ (المتوفی ۱۲۴ھ) بہت بڑے تابعی اور علم حدیث کے رکن اعظم ہیں، امام مالکؒ، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوریؒ وغیرہ ان کے شاگرد ہیں، امام زہریؒ کا علم حدیث میں جو پایہ ہے کیا اس میں کوشش اور کثرت مطالعہ کو دخل نہیں؟ اس کا جواب ذیل کے واقعہ میں ہے، امام زہری جب اپنے گھر میں بیٹھتے تھے تو چاروں طرف کتابوں کا انبار رہتا تھا، وہ ان کتابوں کے مطالعہ میں اس قدر مصروف ہوجاتے تھے کہ ان کو کسی چیز کی کچھ خبر نہیں رہتی تھی، ایک دن ان کی بیوی نے تنگ آکر کہہ دیا: خدا کی قسم یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے بھی زیادہ بھاری ہیں۔ (ابن خلکان:۱/۴۵۱)

علمائے سلف کی تاریخ میں علمی شوق میں اہل و عیال، وطن کو بھول جانے کے متعدد واقعات ہیں، زبیر بن بکار (المتوفی ۲۵۶ھ) علم انساب وفقہ کے ایک مشہور امام ہیں، مکہ میں ایک ممتاز فرد تھے، کتب بینی میں یہ مستغرق تھا کہ اہل وعیال سے بے خبر تھے ایک دن امام زبیر کی بھانجی نے ان کی بیوی سے کہا: میرے ماموں نہایت لائق تعریف ہیں کہ انھوں نے تمہارے سوا کوئی دوسری بیوی نہیں کی، ان کی بیوی نے کہا یہ کتابیں مجھ پر سوکنوں سے زیادہ گراں اور بھاری ہیں۔ (ابن خلکان:۱/۱۸۹)

امیر محمود الدولہ ابن فاتک مصر کا ایک نہایت مشہور رئیس، طبیب اور فاضل تھا، مطالعہ کا اس کو غایت درجہ کا شوق تھا، ایک بہت بڑا کتب خانہ اس کی ملکیت میں تھا، سواری سے جب اتر تا سیدھا کتب خانہ میں چلا جاتا اور ایک دم اس سے جدا نہیں ہوتا، مطالعہ اور تصنیف اس کی زندگی کا شغل تھا اور انھیں کو وہ اپنی زندگی کی غایت اور مقصد سمجھتا تھا اور وہ اپنے ان اشغال میں اس مسرت اور محویت کے ساتھ مصروف تھا کہ بیوی بھی اس کو اپنی طرف مائل نہ کرسکی، محمود الدولہ نے جب وفات پائی، اس کی بیوی رنج وغصہ اور جوش انتقام میں اپنی سہیلیوں کو لے کر اٹھی اور رو رو کر کتب خانہ کی ایک ایک کتاب حوض میں ڈالدی۔ (طبقات الاطباء:۲/۹۹)

یونس بن حبیب نحوی (المتوفی ۱۸۲ھ) نحو و عربیت کا امام تھا، اس کی مجلس درس میں طلبہ کو اس قدر لطف آتا تھا کہ ایک ایک شاگرد دس دس برس تک متصل اس کی مجلس میں شریک رہا ہے، امام موصوف کو طلب علم کا شوق اس قدر محبوب تھا کہ مرتے دم تک شادی نہ کی۔ (ابن خلکان:۱/۴۱۶)

یاقوت حموی جو مسلمانوں میں بہت بڑا جغرافیہ داں گذرا ہے، وہ اپنے وطن اور اہل وعیال کو چھوڑ کر مدتوں مرو میں اس لئے پڑا رہا کہ وہاں کے کتب خانے اس کے لئے زنجیر پا تھے، وہ خود لکھتا ہے کہ کتب خانے کی دوسو کتابیں میرے گھر میں پڑی رہتی تھیں اور میں انکی خوشہ چینی میں مصروف تھا، اس کتب خانے کی محبت نے دل سے ہر شہر کی محبت بھلادی تھی اور اہل وعیال سے بے خبر کردیا تھا۔ (معجم البلدان، ذکر مرو)

غیر علمی ضروری اوقات میں تضیع وقت کا افسوس

علمائے اسلام میں امام رازیؒ کا جو رتبہ ہے اس سے کس کے کان آشنا نہیں، امام کو جو علمی پایہ زمانے نے دیا وہ اس سے ظاہر ہے کہ سینکڑوں برس گذرنے پر بھی عربی درسگاہوں کے در و دیوار سے امام رازیؒ کی صدا آرہی ہے، دنیاوی فروغ کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ خوارزم شاہ جو بڑے سطوت وجبروت کا بادشاہ تھا، وہ خود امام سے ملنے کو ان کے گھر آتا تھا، سلطان محمود اور سلطان حسین ان کی مجلس وعظ میں شریک ہوتے تھے، لیکن کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ امام کا یہ فضل وکمال ان کی کوشش مطالعہ اور محنت کا رہین منت نہیں ہے؟ امام صاحب ہر وقت علمی مشاغل میں مصروف رہتے تھے، یہاں تک کہ کھانے میں بھی جو وقت صرف ہوتا تھا، امام صاحب کو اس کے ضائع ہونے کا افسوس تھا، امام صاحب کا قول تھا:

"واللہ انی أتأسف فی الفوات عن الا شتغال بالعلم فی وقت الا کل فان الوقت والزمان عزیز"۔ (خدا کی قسم مجھ کو کھانے کے وقت میں علمی مشغولیت کے فوت کا افسوس ہوتا ہے کیونکہ زمانہ اور وقت بہت عزیز ہے)۔ (عیون الانباء:۲/۲۳)

فتح بن خاقان، خلیفہ متوکل کا وزیر تھا، ایک وزیر کے لئے علمی شوق قائم رکھنا نہایت مشکل تھا، فتح بن خاقان اپنی عبا کی آستین اور جیب میں ہمیشہ کتاب رکھتا تھا، جب خلیفہ دربار سے کسی کام کو اٹھ جاتا تھا تو فتح خلیفہ کی واپسی تک اپنی کتاب کے مطالعہ میں مشغول رہتا تھا یا خود فتح جب نماز و ضروری حاجت کے لئے اٹھتا تھا تو آمد و رفت کے راستہ میں بھی کتب بینی سے باز نہیں آتا تھا۔ (فوات الوفیات/۲)

ثعلب شیبانی (المتوفی ۲۹۱ھ) جو فن نحو ولغت کا امام تھا، اس کو کتب بینی سے اس قدر شغف تھا کہ راستہ میں بھی وہ اس لطف سے محروم نہیں رہنا چاہتا تھا اور آخر وہ اسی شوق کا شہید ہوا، جامع مسجد سے نماز پڑھ کر واپس آرہا تھا، ہاتھ میں کتاب تھی اور آنکھیں مطالعہ میں مصروف تھیں، ایک گھوڑے

کی ٹھوکر لگی جس کے صدمہ سے جان دیدی۔

سفر

صاحب ابن عباد (المتوفی ۳۸۵ھ) تیغ وقلم دونوں کا مالک تھا، سلطنت سامانیہ کا وزیر تھا اور علم و ادب وانشاء پردازی کا امام وقت تھا، صاحب کو کتب بینی سے عشق تھا، سفر ہو یا اقامت وہ مطالعہ سے فارغ نہ تھا، کتب بینی کے ساتھ اس کا عشق اس سے ظاہر ہوگا کہ خاندان بنو بویہ کے عظیم الشان بادشاہ نوح بن منصور نے صاحب سلطنت بویہ کی وزارت کی خواہش کی اور بخارا بلایا تو منجملہ اعذار کے صاحب نے سب سے بڑا عذر یہ پیش کیا کہ یہاں سے ہٹنے کے لئے صرف میری کتابوں کی بار برداری کے لئے چار سو اونٹوں کی ضرورت ہوگی، صاحب ابن عباد جب عام سفر کے لئے نکلتا تھا تو تیس اونٹوں پر صرف علم وادب کی کتابیں لدی رہتی تھیں۔ (ابن خلکان:۱/۳۰)

علامہ مجدالدین فیروز آبادی جس پایہ کے شخص تھے، وہ انکی تصنیف قاموس سے ظاہر ہے، جس کی مقبولیت کی انتہاء ہے کہ خود لغت کا نام قاموس قرار پاگیا، علامہ فیروز آبادی ۷۳۰ھ میں شیراز کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے، اور ۸۳۰ھ میں یمن کے ایک شہر میں وفات پائی، یمن کے قاضی تھے، ہندوستان میں چند بار آئے، ۷۹۰ھ میں علامہ فیروز آبادی جب تیمور سے ملے تو اس نے نہایت تعظیم کی، لیکن یہ درجہ بدرجہ رتبہ کمال علامہ موصوف کو بلا کوشش مطالعہ حاصل ہوا؟ خود ان کا بیان ہے کہ ہر روز جب تک میں دو سو سطریں حفظ نہ کرلیتا، رات کو آرام نہ لیتا، یہ شوق سفر میں بھی معدوم نہ ہوتا، جب علامہ موصوف سفر میں چلتے تو سامان سفر میں چند اونٹوں پر صرف ان کے مطالعہ کی کتابیں لدی رہتیں۔ (ابن خلکان:۱/۳۳۴)

لذت خواب

محمد بن جہم علمائے سلف میں بہت بڑا فاضل تھا کثرت معلومات کے سبب سے اس کا یہ حال تھا کہ بہت سی ضخیم ومطول اور سینکڑوں مختصر کتابیں وہ دیکھ ڈالتا تھا لیکن کوئی نئی بات اس کو نہیں معلوم ہوتی تھی، لیکن کیا یہ وسعت حفظ وکثرت معلومات مطالعہ کے بغیر پیدا ہوگئی تھی؟ اس کو لذت مطالعہ لذت خواب سے زیادہ خوشگوار معلوم ہوتی تھی، اس کا خود بیان ہے کہ جب غیر وقت میں مجھ کو نیند آنے لگتی ہے تو میں کوئی کتاب اٹھالیتا ہوں، اس کے مضامین میں کچھ ایسی دل بستگی اور مسرت پیدا ہوتی ہے کہ میں نیند بھول جاتا ہوں، جب کوئی نئی کتاب دیکھنے بیٹھتا ہوں تو میں بار بار اس خیال سے اس کے ورق گنتا ہوں کہ کہیں کتاب پوری نہ ہوجائے کہ لذت مطالعہ ختم ہوجائے۔ (کتاب المحاسن والاضداد/۳۰)

ابوالحسن لؤلوئی اسی زمانے کا ایک دوسرا فاضل ہے، مطالعہ کے ساتھ اس کو اس قدر شغف تھا کہ نیند میں بھی کتاب اپنے ہاتھ سے الگ نہیں کرتا تھا، لؤلوئی کا خود بیان ہے کہ چالیس دن تک میرا یہ عالم تھا کہ شب وروز میں اگر کبھی سویا بھی تو کتاب میرے سینے پر رکھی رہی۔ (کتاب الحیوان)

عبداللطیف بغدادی، جس زمانے میں وہ امام غزالیؒ کی تصنیفات، مقاصد، معیار، میزان، محک النظر وغیرہ دیکھ رہا تھا، راتوں کو نیند اور استراحت اس نے ترک کردی تھی۔

ابن رشد جو شرق کا فیلسوف اعظم ہے، اس کو کتب بینی کا اس قدر شوق تھا کہ تمام عمر میں تین راتوں کے سوا اور کبھی اس سے یہ فریضہ قضا نہیں ہوا۔ (الندوہ، حالات ابن رشد)

مولی حافظ جن کا حال تم آئندہ پڑھوگے، وہ رات رات بھر مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ (شقائق نعمانیہ:۱/۵۰۱)

ابونصر فارابی کو جس چیز نے مشرق کا سب سے نامور حکیم بنادیا، وہ کتابوں کا مطالعہ ہے، گو فارابی مفلس اتنا تھا کہ گھر میں چراغ تک نہ تھا، (ابن خلکان:۲/۷۷) مگر شوق چین نہ لینے دیتا تھا، رات کو جاگ جاگ کر پاسبانوں کی قندیل کی روشنی میں مطالعہ اور تصنیف کرتا تھا۔ (طبقات الاطباء:۲/۱۳۴)

ایک شب کو علی بن حسن اور عبداللہ بن مبارک نماز عشاء پڑھ کر مسجد سے نکلے تو ایک حدیث کا ذکر چھڑ گیا باہمی مکالمہ کے سلسلہ میں دونوں بزرگواروں نے کھڑے کھڑے صبح کردی۔ (تذکرۃ الحفاظ:۱/۲۵۲)

بحر العلوم کا شوق مطالعہ اس واقعہ سے ظاہر ہوگا کہ ایک شام کو ان کو ایک نئی کتاب ملی، اس کو سرسری طور سے دیکھنے کے لئے ایک چراغ کے سامنے کھڑے ہوئے، کتاب کے مضامین میں کچھ ایسی محویت طاری ہوئی کہ جب تک چراغ کی خاموشی نے اختتام شب کی اطلاع نہ دی، خبر نہ ہوئی۔ (الندوہ، بحر العلوم)

ایک کتاب کا بار بار مطالعہ

آج ہم ایک کتاب کو ایک بار بھی دیکھتے ہیں تو اکتا جاتے ہیں، علمائے سلف ایک ایک کتاب کو سینکڑوں بار دیکھتے تھے اور پیاس نہیں بجھتی تھی، ابونصر فارابی نے ارسطو کی کتاب النفس کا سو مرتبہ مطالعہ کیا تھا، (ابن خلکان:۱/۲۵۲) ابن سینا اس درجہ کا شخص ہے کہ اس کے بعد کے تمام حکماء اور فلاسفر اس کی تصنیفات کے دریوزہ گر ہیں، لیکن اس فضل وکمال کا مالک صرف اس لئے وہ ہوا کہ سلطنت سامانیہ کا وسیع کتب خانہ اس کی آنکھوں کے لئے وقف تھا، ایام طالب علمی میں ایک شب بھی کامل اس کی آنکھوں نے خواب کا لطف نہیں اٹھایا اور نہ کسی روز سوا مطالعہ کے کوئی دوسرا شغل

رہا، ایک ایک کتاب کو بیسیوں بار پڑھا، خود ابن سینا کا بیان ہے کہ میں نے فارابی کی کتاب مابعد الطبیعات کا چالیس مرتبہ مطالعہ کیا، (طبقات الاطباء:۲/۷۳) امام مزنی، امام شافعی کے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں، لیکن کیا تم اس امتیاز اور ان کے اس درجہ امامت کا سبب ڈھونڈتے ہو؟ امام مزنی اپنے شاگرد سے کہتے ہیں کہ میں امام شافعی کی صرف ایک تصنیف کا متواتر پچاس سال سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ (ابن خلکان:۱/۳۱۲)

کتب خانہ کا مطالعہ

ابوالمظفر بن معروف مصری چھٹی صدی کا ایک مشہور فاضل تھا، کتب بینی کا اس درجہ کا شوق تھا کہ ایک بہت بڑا عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا، جس میں مختلف فن کی ہزاروں کتابیں تھیں اور یہ تمام کتابیں انکی نظر سے گذر چکی تھیں اور ہر ایک کتاب پر اس کے خود ہاتھ کے حاشیے چڑھے ہوئے تھے، ابوالمظفر کا زیادہ تر وقت اسی کتب خانہ میں بسر ہوتا تھا۔ (طبقات الاطباء:۲/۱۰۸)

اندلس کے خلیفہ حکم نے جو عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا تھا، اس میں چار لاکھ کتابیں تھیں، حکم کے مداخل سلطنت کا اکثر حصہ اسی کتب خانہ پر صرف ہوتا تھا، ان کتابوں میں جو ظاہری اور ذاتی خوبیاں تھیں، ان سب میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ یہ تمام کتابیں خلیفہ اندلس کے مطالعہ میں آچکی تھیں اور ہر ایک کتاب پر مصنف کی مختصر سوانح عمری اور نفس فن کے متعلق چند نادر تحقیقات خود اس کے قلم سے درج تھیں۔

ہندوستان میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ جن کے پاس فرنگی محل کا بہت بڑا کتب خانہ موجود تھا، ان کی سی سالہ زندگی کا اکثر حصہ اسی کتب خانہ میں بسر ہوا اور اکثر اپنے اس گراں بہا علمی خزانہ پر بھی ان کو قناعت نہیں ہوتی تھی۔

دوام مطالعہ

شیخ عبداللطیف بغدادی سلطان صلاح الدین کے دربار کا ایک مشہور فاضل تھا، جس کے فضل و کمال کو اس سے قیاس کرو کہ شیخ الاشراق کی تصانیف تک کو اپنی نظر میں نہیں لگاتا تھا، مصر، دمشق وحلب، عکا، موصل کی درس گاہیں، اس کے فیض تدریس سے مستفیض تھیں، اس کی کتب بینی کا یہ عالم تھا کہ شب و روز ہمیشہ مطالعہ اور تصنیف میں مشغول رہتا تھا، ابن ابی اصنیعہ مؤلف طبقات الاطباء شیخ کا شاگرد تھا، اس کا بیان ہے کہ شیخ کا کوئی وقت مطالعہ، تصنیف اور تفکر سے خالی نہ تھا، اسی کا اعجاز ہے کہ شیخ نے حدیث، فقہ، طب، تاریخ اور ادب میں بیسیوں تصنیفات یادگار چھوڑیں۔ (طبقات الاطباء:۲/۲۰۲)

مولیٰ حافظ (المتوفی ۵۹۷ھ) ترکستان کے ایک مشہور فاضل تھے، قسطنطنیہ کے متعدد مدارس میں مدرس تھے، سلطان بایزید کے دربار سے ان کو تعلق تھا، مفتاح سید شریف، تجرید، شرح مواقف کی شرحیں اور حواشی اور بے شمار چھوٹے چھوٹے رسالے ان کی تصنیفات ہیں، آخر عمر میں ستر درہم روزانہ سلطنت سے وظیفہ ملتا تھا، مولیٰ حافظ کے اس فضل و کمال کا سبب مصنف شقائق نعمانیہ کی زبان سے سنو، وہ کہتا ہے کہ مولیٰ حافظ شب و روز مطالعہ اور تصنیف میں مشغول رہتے تھے، نہ قلم کبھی ان کے ہاتھ سے چھوٹا، نہ نظر ان کی کبھی کتاب سے ہٹی اور نہ زبان کبھی تدریس سے رکی۔

قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق ابتدائی صدیوں کا ایک نامور ادیب ہے، مبرد جیسا امام ادب اس سے عربیت کے نکتے حل کرتا تھا، مبرد نے لکھا ہے کہ جب میں اسمٰعیل بن اسحاق کے پاس گیا، تو ہمیشہ اس کو یا کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف پایا، یا کسی کتاب کو نکالتے یا ڈھونڈتے ہوئے پایا۔

امام ابوحامد اسفرائنی (المتوفی ۴۰۶ھ) اس درجہ کے محنتی تھے کہ تین سو سے زیادہ فقہاء ان کی مجلس درس میں شریک رہتے تھے، امام کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ امام کا کوئی وقت علمی مشغولیت سے خالی نہیں رہتا تھا، چنانچہ راستہ چلتے وقت یا قلم بناتے وقت جس میں مشغولیت نہیں قائم رہ سکتی اور کچھ نہیں تو امام قرآن مجید کی تلاوت ہی میں مشغول رہتے تھے۔ (ابن خلکان:۱/۲۱۲)

عام واقعات

جاحظ بصری (المتوفی ۲۵۵ھ) علم کلام و ادب کا امام تھا، مشہور متکلم نظام کا شاگرد تھا، اسکی تصنیفات میں کتاب "البیان والتبیین" اور "المحاسن والاضداد" جب تک دنیا میں موجود ہیں، اس کی شہرت کا آفتاب کبھی غروب نہیں ہوسکتا، مبرد کا بیان ہے کہ جاحظ کے ہاتھ میں جب کسی فن کی کوئی کتاب پڑ جاتی تھی تو اس کو از ابتدا تا انتہاء ایک ایک حرف پڑھ کر تمام کرتا تھا۔

مولانا عبدالحق ترکی دہلویؒ وسط ہندوستان کے سب سے پہلے محدث ہیں اور عام مؤرخین ان کو ہندوستان کا سب سے پہلا محدث تسلیم کرتے ہیں، بہرحال یہ انہیں کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان بھی علم حدیث کے فیض سے محروم نہ رہا، اور ان کو علماء کی طرف سے امام المحدثین بالہند کا خطاب ملا، محدث موصوف نے اپنی محویت مطالعہ کا افسانہ خود اپنی زبان سے بیان کیا ہے، رات کو چراغ کے سامنے جب وہ کتاب دیکھنے بیٹھتے تھے تو اس قدر محو ہو جاتے تھے کہ سر جھک جاتا تھا اور عمامہ میں آگ لگ جاتی تھی۔

☆☆☆☆☆

نگاہ بلند

مدارس اسلامیہ روشنی کے مینار

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

دینی مدرسہ ہمارے اس ملک میں جہاں اکثریت غیر مسلموں کی ہے اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری صرف مسلمانوں پر ہے، بڑی اہمیت رکھتا ہے اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ اس دنیا کی زندگی میں آپ لوگوں کو اور ہم لوگوں کو پوری طرح نہیں ہوسکتا، یوں سمجھئے کہ مدرسہ روشنی کا ایک مینار ہے، روشنی کا مینار بھی آپ اتنا نہیں سمجھیں گے جتنا سمجھنا چاہئے، اس لئے کہ یہاں ہماری آبادیوں میں روشنی کے مینار نہیں ہوتے؛ لیکن سمندری مقامات پر جہاں ساحل سے ۴۰-۵۰ میل کے فاصلہ سے جہاز گذرتے ہیں، تو اندھیرے میں جہاز رانوں کو نظر نہیں آتا اور پتہ نہیں ہوتا کہ کہاں پانی اور خشکی جدا ہوتی ہے اور کہاں کہاں چٹانیں پانی کی سطح سے قریب ہیں، جن سے ان کے جہاز ٹکرا جائیں گے اور تباہ ہو جائیں گے تو وہاں پر روشنی کے مینار قائم کئے جاتے ہیں تاکہ ان کی رہبری ہوسکے اور جہاز خطروں سے بچ سکیں اور اپنی راہ پر ٹھیک سے چل سکیں۔

اس چیز کو سامنے رکھئے، اسی کے متعلق میں عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے یہ مدرسے روشنی کے مینار ہیں، ان سے لوگوں کو روشنی ملتی ہے، راہ ملتی ہے اور لوگ کفر و شرک کے خطرات سے محفوظ رہتے ہیں، کفر اور شرک کا خطرہ ایسا خطرہ ہے کہ جہاز کے ساحل سے ٹکرا کر ٹوٹ پھوٹ جانے کا خطرہ اس سے کم ہے، جہاز اگر چٹان سے ٹکرائے گا تو زیادہ سے زیادہ ٹوٹ جائے گا اور اس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے بہت سے مر جائیں گے اور بہت سے کسی نہ کسی طریقہ سے بچ جائیں گے؛ لیکن کفر اور شرک کی چٹانوں سے جو ٹکرائیں گے تو ان کی عاقبت تباہ ہو جائے گی۔

آخرت کا اندازہ عام طور پر لوگ نہیں کرتے اس لئے کہ وہ ہمارے سامنے نہیں ہے، جو چیز ہمارے سامنے ہوتی ہے ہمیں اس کی فکر بہت ہوتی ہے، اگر کوئی ہمارا مخالف، ہمارا دشمن ہمارے سامنے کھڑا ہے جس کو ہم جانتے ہیں کہ ہمارا دشمن ہے تو ہم اس سے زیادہ ڈرتے ہیں بنسبت اس دشمن کے جس کو ہم دیکھ نہیں رہے ہیں، یہی بات آخرت کی ہے کہ آخرت کے جو خطرات ہیں، آخرت کی جو حالت ہے اور جس سے ہم کو واسطہ پڑتا ہے، چونکہ ہمیں آخرت نظر نہیں آرہی ہے اس لئے ہم اس کی اہمیت کو پوری طرح سمجھتے نہیں، اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی محدود مدت کی رکھی ہے اور اس کو دار الامتحان بنایا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا، اور فرمایا کہ تم اور تمہاری نسلیں اگر اچھے عمل کریں تب جنت میں واپس جائیں گے اور اگر اچھے عمل نہیں کریں گے تو جنت میں نہیں جاسکتے، تو حضرت آدم علیہ السلام کو یہاں دنیا میں اتارا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھے کہ تم بغیر دیکھی ہوئی چیز کو کس طرح مانتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کے متعلق اور آخرت کے متعلق، جزا اور سزا کے متعلق اپنے نبیوں کے ذریعہ سے تفصیل بتائی ہے، ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ چیزیں نہیں دیکھی ہیں، دیکھ لیں تو آنکھوں کی بینائی چلی جائے۔

آخرت اتنی طاقتور اور عظیم چیز ہے کہ دنیا میں اگر اس کی ایک جھلک ظاہر ہو جائے تو دنیا اس کو برداشت نہیں کرسکتی، وہ ایسی طاقت اور ایسی نورانیت ہے، ایسا نور ہے کہ اس کے سامنے کوئی چیز ٹک نہیں سکتی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ہم آپ کو دیکھنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو یہ پہاڑ ہے ہم اس کے سامنے اپنی ذرا سی جھلک ظاہر کرتے ہیں اگر یہ پہاڑ ہماری جھلک کو برداشت کرلے تو تم بھی برداشت کرسکو گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک جھلک سی ظاہر فرمائی تو پہاڑ پھٹ گیا اور جل کر کوئلہ ہوگیا، حضرت موسیٰ علیہ والسلام بے ہوش ہوگئے۔ تو آخرت کی چیز ہمارے سامنے اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوسکتی، اس زندگی میں ہم اس کا تحمل نہیں کرسکتے، ہمارے پاس وہ طاقت نہیں ہے جو آخرت کی چیز کو دیکھ سکے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو پردوں میں رکھ کر دکھایا ہے، اپنے فرشتہ کے ذریعہ سے اپنے رسول کے اوپر وہ باتیں نازل فرمائیں اور رسول ﷺ نے پھر اپنی امت کو بتایا، اتنے واسطوں سے چیز آئی تب ہم اس کو برداشت کرپارہے ہیں۔

قرآن مجید حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو پڑھ کر سنایا، آپ ﷺ نے یاد کیا، پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو سنایا، صحابہ کرامؓ کے ذریعہ سے اور لوگوں کو پہونچا، اس طریقہ سے ہم تک اللہ کا کلام پہونچا، اگر اللہ کا کلام اپنی اصلی حالت میں ظاہر ہوجائے تو یہ دنیا برداشت نہیں کرسکتی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت کی چیزوں کو مخفی رکھا ہے، پردوں کے پیچھے رکھا ہے کہ انسان اس کو جھیل نہیں سکتا، اس کو برداشت نہیں کرسکتا؛ لیکن اس کا حکم دیا ہے کہ تم ان کو جان تو لو، تمہیں ان کا علم تو ہونا چاہئے تاکہ تم اس مصیبت میں نہ پڑو، جس مصیبت میں تم پڑ سکتے ہو۔

مرنے کے بعد دوسرا عالم شروع ہوجائے گا، اور دوسرے عالم میں وہ چیزیں ظاہر ہوجائیں گی جو اس عالم میں ظاہر نہیں ہوتیں، وہاں کا نظام اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ اگر اچھے عمل ہیں تو آدمی اس نظام کی نعمتوں اور راحتوں کے لائق قرار پائے گا، اچھے عمل نہیں ہیں تو وہاں کی سزا اور عذاب کا مستحق قرار پائے گا، مصیبت جھیلے گا، عذاب میں مبتلا ہوگا، اس لئے ہمیں ان چیزوں کی فکر کرنی چاہئے جو ہم کو آخرت میں آرام دینے والی ہیں اور ان چیزوں سے بچنے کی

کوشش کرنی چاہیے جن سے آخرت میں ہم کو مصیبت پیش آسکتی ہے، ان ہی باتوں کو بتانے کے لئے یہ مدرسے قائم کیے جاتے ہیں، اسی کی بناء پر یہ مدرسے ایمان اور عمل صالح کے لیے روشنی کے مینار ہیں، یہ دکھاتے رہتے ہیں، بتاتے رہتے ہیں کہ دیکھو! یہ کفر ہے، یہ شرک ہے، یہ اللہ کی نافرمانی ہے، اور یہ اللہ کی فرمانبرداری ہے تاکہ انسان آخرت کی تباہ کن چٹانوں سے بچ سکے۔

یہ جہاز جو انسان کی زندگی کے لئے ایمان کا جہاز ہے، یہاں چٹانوں سے بچ سکے جن چٹانوں سے اس کو سامنا ہے، ان چٹانوں سے بچنے کے لئے ہمیں روشنی کے میناری ضرورت ہے اور یہ روشنی کے مینار ہمارے یہ مدرسے ہیں، ان کو دیکھئے تو بیچارے بڑے معمولی بالکل غریبوں کے اور ایسے جیسے مفلوک الحال لوگوں کی چیزیں ہوتی ہیں، اسی طرح یہ معلوم ہوتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کیا بیچارے مدرسے اور کیا مدرسے کے پڑھانے والے اور کیا مدرسے کے طالب علم، دیکھنے تو کوئی ان کی حیثیت نہیں معلوم ہوتی: لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے جب بچ جائیں گے تب معلوم ہوگا کہ ان کی کیا اہمیت تھی؟ انشاء اللہ دینی تعلیم حاصل کرکے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو جان کر اور خطرات کو سمجھ کر کہ کیا چیز تباہ کرنے والی ہے اور کیا چیز آباد کرنے والی ہے؟ کس طریقہ سے ہم مصیبت سے بچ سکتے ہیں؟ کفر و شرک کی چٹانوں سے کس طرح ہم اپنے جہاز کو بچا کے نکال سکتے ہیں؟ جب یہ چیزیں ان کو معلوم ہوں گی اور یہ اپنی زندگی کو ان کے مطابق ڈھالیں گے اور کفر و شرک کی چٹانوں سے اپنے ایمان کے جہاز کو بچا کے نکال لے جائیں گے تو اس وقت لوگوں کو پتہ چلے گا کہ کون کامیاب ہے؟ کون ناکام ہے؟ کون اچھا ہے؟ کون برا ہے؟ ان معمولی لوگوں کو جب اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہوگی اور یہ آخرت میں کامیابی اور نجات کی منزل پہ پہنچیں گے تو وہ لوگ جو ایمان و عمل صالح کو نہ جانتے ہیں اور نہ ان پر عمل کرتے ہیں: لیکن بہت عیش و آرام کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں اور اس دنیا میں ان کا طوطی بولتا ہے اور ان کو دیکھ کر لوگ عش عش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش! ہم کو یہ چیز مل جائے، اس وقت ان کو پتہ چلے گا کہ کون کامیاب ہے اور کون ناکام ہے؟ کون بچ گیا اور کون تباہ ہو گیا؟ اور اس وقت رونے سے بھی کام نہیں چلے گا اور دہائی دینے سے بھی کام نہیں چلے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ وہاں اگر تم پکڑے گئے تو پھر تمہارے نہ رونے سے کام چل سکتا ہے اور نہ دہائی دینے سے کام چل سکتا ہے، جو کچھ کرنا ہے یہاں کرنا ہے، یہاں کی تیاری ہی سے وہاں کام چلے گا، وہاں تیاری کا موقع نہیں ہوگا، وہاں تیاری کا موقع نہیں ہوگا، وہاں تو یہاں کے عمل کی جزاء یا سزا ہی بنے گی، انعام بنے گا، یا عذاب بنے گا، جو جیسا ہے وہاں اسی کے مطابق اس کو چیز ملے گی، پھر وہاں پر اس کا موقع نہیں ہوگا کہ اچھا ہم تیاری کرلیں، اچھا ہم تلافی کرلیں، اچھا ہم کچھ کرلیں، وہاں اس کا موقع نہیں ہوگا۔

تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم کو یہ معلوم ہو کہ کیا خطرہ ہے؟ کیا خطرہ نہیں ہے؟ کس چیز میں کامیابی ہے؟ کس چیز میں ناکامی ہے؟ کس چیز میں آبادی ہے؟ کس چیز میں بربادی ہے؟ پہلے ہم یہ جان لیں، آپ کو معلوم ہو کہ آپ کو فلاں جگہ جانا ہے، مثلاً آپ کو امریکہ جانا ہے، تو لوگ آپ کو مشورہ دیں گے کہ امریکہ آپ جو جائیں گے تو وہاں آپ کو فلاں فلاں چیزیں ملیں گی، ان کے لئے آپ یہاں تیاری کرکے جائیے، فلاں چیز لے جائیے تاکہ وہاں آپ کو دشواری نہ ہو، فلاں چیز لے جائیے، وہاں وہ چیز نہیں ملتی تاکہ آپ آرام کے ساتھ رہ سکیں، تو آپ وہ سب چیزیں لے جائیں گے، آپ کو یاد ہوگا کہ شروع میں جب حج کو لوگ جایا کرتے تھے تو باقاعدہ ہدایت دی جاتی تھی کہ دیکھو! چھتری لیکے جانا وہاں بڑی سخت دھوپ ہوتی ہے، چھتری بہت ضروری ہے، دیکھو! تم فلاں چیز لے کر جانا، اس کی وہاں ضرورت پڑے گی اور حج کرنے والا خود بھی پوچھتا تھا کہ کیا کیا لے جائیں؟ تاکہ وہاں ہم کو دشواری نہ ہو، جب آپ کہیں سفر کرتے ہیں، کہیں جاتے ہیں اور معلوم ہو کہ وہاں سخت جاڑا پڑ رہا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ بھئی دیکھو! بستر لیجانے میں بھول نہ ہو، ورنہ وہاں جاکے تمہیں جاڑا لگے گا اور تم پریشان ہوگے، جنوبی ہندوستان میں سردی بہت کم ہوتی ہے اور شمالی ہندوستان میں بہت ہوتی ہے، جنوبی ہند کے لوگ جانتے ہی نہیں کہ سردی کیا چیز ہوتی ہے؟ مدراس کے لوگ ہیں ان کو سردی سے واسطہ ہی نہیں پڑتا، ہم ندوہ کی بات کررہے ہیں، لوگ آتے رہتے ہیں، مدراس سے کوئی آدمی جاڑے میں آگیا اور وہ سادہ سادہ سا کرتا پہن کے آگیا، اس کو اندازہ ہی نہیں تھا، اب یہاں پہونچ کر جب اس کو سردی سے واسطہ پڑا، تو بیچارہ کانپ رہا ہے اور گھبرا رہا ہے اور جلدی جلدی جاکے سوئیٹر یہ خرید رہا ہے، یہ خرید رہا ہے اور وہ خرید رہا ہے اور کسی طریقہ سے اپنے کو بچا رہا ہے، اس لئے کہ وہاں سے وہ انتظام کرکے نہیں آیا ہے، وہاں سے نہ کوٹ لایا، نہ کمبل لایا، اور نہ سوئیٹر لایا، تو اب پریشان ہو رہا ہے، جب آدمی کہیں جاتا ہے تو اس کا سامان لے کر جاتا ہے کہ ہمیں فلاں فلاں چیزوں سے سابقہ پڑے گا، یورپ لوگ جاتے ہیں تو سردی کا بڑا زبردست سامان لے کر جاتے ہیں کہ وہاں بڑی سردی ہوگی، تو اسی طرح کہیں بھی آپ جائیں وہاں کے جیسے حالات ہیں، وہاں کے جو تقاضے ہیں، ان کو سامنے رکھنا پڑے گا اور اگر آپ نہیں رکھیں گے تو وہاں جاکر پریشان ہوں گے، اگر وہ پریشانی موت تک پہونچا سکتی ہے تو آدمی موت تک پہونچ جاتا ہے، تو اس دنیا کے اندر یہ سب چیزیں ہوتی ہیں، ان کو دیکھ کر آدمی عبرت حاصل کرسکتا ہے۔

آخرت میں جب اس کو جانا ہے، ایک دن اس کی آنکھ کو بند ہونا ہے، اور ہم سب دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں جو بھی آیا ہے، وہ یہاں کبھی رہ نہیں پاتا، ایک عمر گذار کر اس کو یہاں سے جانا ہی پڑتا ہے، جو پیدا ہوا ہے اس کو مرنا ہے، یہ اسی روز طے ہوجاتا ہے جس روز وہ پیدا ہوتا ہے، یہ بات طے ہوجاتی ہے کہ اس کو مرنا ہے، کب مرنا ہے؟ تھوڑی مدت معلوم ہے عموماً کہ اتنی مدت کے بعد عام طور پر سے آدمی مرجاتا ہے، سو سال کے اندر ہی سارا حساب بیباق ہوجاتا ہے، شاید لاکھوں میں کوئی سو سے اوپر جاتا ہو، ورنہ سب کو معلوم ہے کہ اسی محدود مدت میں آدمی چلا جائے گا: لیکن کہاں جائے گا؟ اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہمیں کہاں جانا ہے؟ اگر اس سے ہم غفلت برتیں گے تو جہاں جانا ہے وہاں کی مصیبت جھیلنی پڑے گی، وہ مصیبت کتنی سخت ہے اس کا اندازاس دنیا کی زندگی میں نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ بتایا ہے کہ جب قیامت کا دھماکہ ہوگا، جب تباہی ہوگی، پہاڑ پھٹ جائیں گے، ریزہ ریزہ ہوجائیں گے، اس طرح اڑنے لگیں گے جیسے روئی کے گالے ہیں اور زمین شق ہوجائے گی اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا اور ایسی تباہی آئے گی جس کو انسان سوچ نہیں سکتا، اس کے خوف اور دہشت سے دودھ پلانے والی عورت بچہ کو دودھ پلانا بھول جائے گی اور عورتوں کے حمل ساقط ہوجائیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس دن کی فکر کرو، یہ سب ہونے والا ہے، قیامت آئے گی، تو وہ تباہی مچے گی کہ تم سوچ نہیں سکتے، اور اس وقت تم کچھ کر نہیں سکتے، اگر تمہارے عمل اچھے نہیں ہیں تو وہ تباہی تم کو تباہ کرکے چھوڑے گی: ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ﴾ مصیبت سے نجات پانے کے لئے موت بھی نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخرت کی زندگی میں موت نہیں ہے، جو بھی مصیبت ہوگی جھیلتے رہنا پڑے گا، ہمیشہ ہمیش جھیلتے رہنا پڑے گا، ختم ہونے ہی میں نہیں آئے گی: ﴿لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى﴾۔

آج یہاں ہمارے پیٹ میں درد اٹھتا ہے تو پندرہ بیس منٹ گذارنا مشکل ہوجاتا ہے، پندرہ بیس منٹ معلوم ہوتا ہے کہ پورا دن گذر گیا، ذرا سی تکلیف جسم میں کہیں ہوتی ہے تو اس کو جھیلنا آدمی کے لئے مشکل ہوجاتی ہے، خدانخواستہ ایسی تکلیف جو نہ ختم ہونے والی ہو، مسلسل چلے اس کو انسان کیسے برداشت کرسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وہاں موت نہیں رکھی، اس دنیا کی زندگی میں تو یہ ہے کہ تکلیف بہت زیادہ ہو تو آدمی مرجاتا ہے، چھٹی مل جاتی ہے: لیکن آخرت میں یہ بھی نہیں ہے، تو قرآن مجید اور حدیث شریف میں بار بار ڈرایا گیا ہے کہ دیکھو! جہاں تم جارہے ہو وہاں کیا پیش آنے والا ہے؟ جیسے روشنی کا مینار جہاز کو بتاتا ہے کہ ادھر سے بچ کے جانا چاہیے، ادھر نہ آنا چاہیے، ورنہ تباہ ہوجائے گا، اسی طرح ہمارے یہ مدرسے روشنی کے مینار ہیں جو بتاتے ہیں اور ایسے لوگ پیدا کرتے ہیں جو یہ بتاسکیں کہ دیکھو! کہاں خطرہ ہے؟ ادھر جاؤ، ادھر نہ جاؤ، یہ کرو، یہ نہ کرو، اور دیکھو! فلاں چیز کی تیاری کرلو، فلاں چیز کے لئے احتیاط کرلو، تاکہ تم مصیبت میں نہ پڑو، تمہاری خیرخواہی میں بتارہے ہیں، تمہارے فائدے کے لئے بتارہے ہیں کہ دیکھو یہ کرلو ورنہ تمہیں تکلیف ہوگی اور جب تکلیف ہوگی تو کوئی بچانے والا نہیں ہوگا، دیکھو! اس بات کی احتیاط کرلو، دیکھو! یوں کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے جو احکام نازل فرمائے ہیں، ان میں انسان کی کمزوری کی رعایت ہے کہ انسان کیا کرسکتا ہے کیا نہیں کرسکتا؟ انسان پر ایسا بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے جو اس سے نہ اٹھ سکے، بلکہ اتنا بوجھ ڈالا گیا جتنا اس سے سنبھل سکے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾۔ اس لئے حضور ﷺ پر شب معراج میں جب نمازوں کو فرض کیا گیا، آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ پچاس وقت کی نمازیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ نے پچاس وقت کی نمازیں فرض فرمائیں تھیں، حضور ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا کہ میں اپنی امت کو دیکھ چکا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ کم ہمت ہوتے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے عرض کیجئے کہ نمازوں کی تعداد کچھ کم کردیں، حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی تعداد کم کردی، پھر انہوں نے کہا کہ مزید کم کرائیے، حتی کہ کم کرتے کرتے اللہ نے پچاس کو پانچ کردیا، اور فرمایا کہ ہم ثواب تم کو پچاس ہی کا دیں گے، اگر ان پانچ نمازوں کو تم نے ٹھیک سے پڑھا، تو ہم ان کو پچاس نمازیں سمجھیں گے، ہم نے پچاس فرض کی تھیں ہم پچاس مان لیں گے: لیکن تم ان پانچ نمازوں کو ٹھیک سے پڑھو، اگر تم نے یہ پانچ نمازیں ٹھیک سے ادا کیں تو پچاس نمازیں تمہارے لئے لکھی جائیں گی اور تم کامیاب رہوگے، اب بتائیے اللہ تعالیٰ نے تو اس طرح فرمایا اور اتنا رحم اور اتنا کرم فرمایا کہ پانچ نمازوں کو پچاس نمازوں کے برابر قرار دیا کہ پڑھو پانچ اور فائدہ اٹھاؤ پچاس کا اور ہم اس پر دھیان ہی نہ دیں، نماز ہی پڑھنے کی طرف توجہ نہ کریں، کیوں؟ اس لئے کہ ہماری اس زندگی میں ہمیں آخرت کی چیز نظر نہیں آرہی ہے، پردہ پڑا ہوا ہے، ہم سمجھ رہے ہیں کچھ بھی نہیں ہے، حالانکہ پردہ کے پیچھے بھیڑیا بیٹھا ہوا ہے، مثلاً ہم بہت خوش ہیں، سمجھ رہے ہیں کہ سب خیریت ہے اور بھیڑیا بیٹھا ہوا ہے، پردہ کے پیچھے ہم دیکھ نہیں رہے ہیں، اگر کوئی شخص آکر کہتا ہے کہ بھئی! اس پردہ کے پیچھے بھیڑیا ہے، یہ پردہ جو پڑا ہوا ہے اس کے پیچھے بھیڑیا بیٹھا ہوا ہے، تو دنیا کی زندگی میں تو ہمارا معمول یہ ہے کہ کوئی اگر ذرا کہہ دے کہ فلاں سڑک پر کچھ گڑبڑ ہے ادھر نہ جایئے گا، تو ہم اس کی بات مان لیتے ہیں اور ادھر نہیں جاتے، بالکل محتاط ہوجاتے ہیں کہ بھئی! وہاں جاکر ہم کیوں مصیبت میں پڑیں: لیکن اللہ کا نبی ہم سے یہ کہتا ہے کہ دیکھو! پردہ کے پیچھے کیا ہے؟ دیکھو اس کے بعد کیا ہونے والا ہے؟ فلاں سڑک پر تم نہ جاؤ ورنہ تم مصیبت میں پڑجاؤ گے، فلاں جگہ تم نہ جاؤ ورنہ تم تباہ ہوجاؤ گے، فلاں جگہ یہ خطرہ ہے فلاں جگہ یہ خطرہ ہے، تم اس سے بچو، تو ہم دھیان بھی نہیں دیتے جیسے ہم سے کوئی کچھ کہہ ہی نہیں رہا ہے جیسے ہمارے

کان میں بات جاہی نہیں رہی ہے، اس کان سے سن رہے ہیں، اس کان سے اڑا رہے ہیں حالانکہ ہم اپنی دنیا کی زندگی میں یہ کرتے ہیں کہ ایک آدمی جس کو ہم جانتے نہیں ہیں کہ سچا ہے، جھوٹا ہے، مکار ہے، فریبی ہے یا سچا انسان ہے، وہ آکر ہم سے کہہ دیتا ہے کہ بھیا! وہاں نہ جاؤ فلاں جگہ بھیڑیا نکلا ہوا ہے، شہر کے باہر اس طرف نہ جانا، ادھر بھیڑیا نکلا ہوا ہے، تو ہم اس کی بات مان لیتے ہیں اور ایسا مان لیتے ہیں کہ جیسے کسی سچے اور بہت اچھے آدمی کی بات مانی جاتی ہے، اس لئے مان لیتے ہیں کہ بھئی! کیا پتہ سچ ہی کہہ رہا ہو، ہم کاہے کو اپنے کو خطرہ میں ڈالیں؛ لیکن اللہ کے نبی کی بات ہم نہیں مانتے، اللہ کے نبی کی بات کو ہم اس طرح سنتے ہیں جیسے کوئی کچھ کہہ ہی نہیں رہا ہے ہم کو بتایا جاتا ہے، تقریروں میں بتایا جاتا ہے، وعظ میں بتایا جاتا ہے کہ دیکھو! اللہ کے نبی نے یہ کہا، جہنم کے متعلق یہ کہا، جنت کے متعلق یہ کہا، ہم سنتے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہیں، جیسے ہم کوئی شعر سن رہے ہیں، ہم مشاعرہ میں شریک ہوتے ہیں، شعر پڑھے جا رہے ہیں، ہاہا، ہوہو رہا ہے، مزے سے چلے آئے، جیسے ہم پر کوئی ذمہ داری ہی نہیں، تو اللہ کا کلام اور حضور ﷺ کی حدیث شعر وشاعری نہیں ہے، یہ تفریح کی چیز نہیں ہے کہ سنا اور سن کر اپنے گھر چلے گئے اور فکر بھی نہیں کی کہ کیا کہا گیا اور کیا نہیں کہا گیا؟

یہ معمولی بات نہیں ہے، اللہ کا نبی اللہ کا نبی ہے، اللہ کا نبی اللہ کا بھیجا ہوا ایلچی ہے، وہ پیغام پہونچانے آیا ہے، آج گورنر کی طرف سے کوئی آدمی آکر آپ سے کہے کہ یہ آرڈر ہے، آپ کانپ جائیں گے، بیٹھے ہیں، تو کھڑے ہو جائیں گے اور اللہ کا بھیجا ہوا آتا ہے اس کو ہم خاطر میں نہیں لاتے، اس کی بات پر ہم توجہ نہیں دیتے، یہ بہت سوچنے کی بات ہے، وہ اللہ کہ جس نے دنیا کو پیدا کیا، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر چیز پر وہ قادر ہے، ہماری ساری زندگی اور ایک ایک سانس اس کے ہاتھ میں ہے، جس سانس پہ چاہے ہم کو روک دے، ہماری زندگی اسی وقت ختم ہو جائے گی، وہیں ہم رہ جائیں گے، جو اتنا بڑا قادر ہے، وہ ہم کو ڈرائے، اس کا رسول ﷺ آکر ہم سے کہے کہ دیکھو رعایت نہیں ہوگی، اگر تم نے یہ نہیں کیا تو سزا پاؤ گے اور ہم اس کے بعد بھی ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر چلے جائیں اور ٹھاٹ سے چادر لپیٹ کر سو جائیں، جیسے کوئی بات ہی نہیں، یہ بہت سمجھنے کی بات ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی غیرت کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے، اللہ تعالیٰ ہمارے یہ کرتوت دیکھے اور اس کے بعد ہم سے پوچھے بھی نہیں، ایک عام آدمی کی آپ بات ٹھکرا کر دیکھئے، ایک آدمی آپ سے بات کرنا چاہتا ہے، آپ اس کی بات سننے کے لئے تیار نہ ہوں، وہ کہہ رہا ہے اور آپ اس کی طرف نہ ہوں، وہ کہہ رہا ہے اور آپ اس کی طرف سے منہ پھیرے ہوئے ہیں تو وہ کیا آپ سے خوش ہوگا؟ اللہ کی بات کو ہم توجہ سے نہ سنیں تو کیا اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوگا؟ پھر عمل نہ کریں تو اس کے بعد کیا ہوگا؟ وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اور کہلوایا ہے کہ دیکھو اگر تم نے عمل نہیں کیا تو یہ ہوگا۔

تو یہ چیزیں فکر کی ہیں اور یہ چیزیں ہم کو کیسے معلوم ہوتی ہیں؟ حدیث وقرآن پڑھ کر معلوم ہوتی ہیں، ہر ایک تو حدیث وقرآن پڑھ نہیں سکتا، اس لئے مدرسے قائم کئے جاتے ہیں تاکہ کچھ آدمی تو پڑھ لیں، قرآن و حدیث پڑھ کر اللہ کے احکام کو کچھ لوگ تو جان لیں تاکہ وہ دوسروں کو بتا سکیں اور دوسروں کو توجہ دلا سکیں۔

تو ان مدرسوں کی بڑی قدر کی ضرورت ہے، یہ روشنی کے مینار ہیں، اگر یہ نہ رہیں گے تو تاریکی ہی تاریکی ہوگی، تب کوئی بتانے والا نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کس بات سے راضی ہوتا ہے، کس بات سے ناراض ہوتا ہے؟ اور کس بات پر پکڑ ہوگی اور کس بات پر پکڑ نہ ہوگی؟ اس کا بتانے والا کوئی نہیں رہ جائے گا، اس لئے یہ مدرسے چاہے دیکھنے میں کتنے ہی معمولی معلوم ہوتے ہوں؛ لیکن یہ بہت اہم ہیں، یہ اسکول و کالج جتنے بڑے بڑے اسکول وکالج ہوں، اگر وہ نہ رہیں تو آپ کا کوئی بڑا نقصان نہیں ہے، بس یہی تو ہوگا کہ بہت بڑی کوئی ملازمت آپ کو نہ ملے گی، آپ کاروبار کر لیجئے گا، یا کسی طریقہ سے اپنا پیٹ پال لیجئے گا، یہی تو ہوگا! نہ ہوں گے آپ بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی، آپ کام تو چلا لیں گے؛ لیکن یہ مدرسے نہ ہوئے تو کیا ہوگا؟ یہ مدرسے نہ ہوئے تو کوئی آپ کو بتانے والا نہ ہوگا کہ کس بات سے اللہ خوش ہوتا ہے، کس بات سے اللہ ناراض ہوتا ہے؟ اور کس بات سے آخرت میں کامیابی حاصل ہوتی ہے، کس بات سے آخرت میں تباہی ہوتی ہے؟ تو ان مدرسوں کی آپ قدر کیجئے، اور ان کی اہمیت کو سمجھئے، ہماری زندگی کے سوتے اور کامیابی کے چشمے ان سے پھوٹتے ہیں، ان ہی سے ہم کو معلوم ہوگا کہ کامیاب کون ہے؟ ناکام کون ہے؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ دیکھنے میں کچھ نہیں معلوم ہوتے، کوئی ان کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا، اگر سامنے سے گذر جائیں تو دھکا کھائیں اور بالکل معمولی حالت میں ہوتے ہیں؛ لیکن اللہ سے ان کا واسطہ ایسا ہوتا ہے، اللہ کے وہ ایسے نیک بندے ہوتے ہیں کہ اگر اللہ کی طرف سے قسم کھا لیں کہ ایسا ہوگا تو ویسا ہی ہو جائے گا، اللہ کو اتنے پسند ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ کی طرف سے قسم کھا لیں تو اللہ ان کی قسم پوری کر دے گا:

"رب أشعث أغبر لو أقسم على الله لأبره". کیوں؟ اس لئے کہ وہ اللہ کے ہو جاتے ہیں، ایک ایک رتی میں وہ اللہ کی مرضی کو اختیار کرتے ہیں، اللہ کو راضی رکھتے ہیں، تو اللہ ان سے اتنا خوش ہوتا ہے کہ اگر اللہ کی طرف سے وہ وعدہ کر لیں، قسم کھا لیں، تو اللہ وہ کر دے گا کہ بھئی! ان کا دل نہ ٹوٹے اور دیکھنے میں ایسے معمولی معلوم ہوتے ہیں کہ خود حدیث شریف میں ہے کہ کوئی سوچتا ہی نہیں کہ یہ بھی کوئی معقول آدمی ہوں گے، پھٹے پرانے کپڑے، سیدھے سادے سے، گذر جائیں کہیں سے تو کسی کو توجہ بھی نہ ہو کہ کون صاحب گذر رہے ہیں؛ لیکن ہر ایک نہیں، ہر معمولی آدمی ایسا نہیں ہوتا، بلکہ وہ جس کا اللہ سے ایسا گہرا تعلق ہو تو اللہ تعالیٰ ان کی رعایت کرے گا، چاہے کپڑے ان کے جیسے ہوں، چاہے ان کی حالت جیسی ہو، دنیا ان کے بارے میں چاہے جو سوچتی ہو، ان کے مقابلہ میں جو لوگ اللہ کو راضی اور خوش کرنے کی فکر نہیں کرتے اور دنیا میں بڑے کروفر سے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی کوئی قیمت نہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر دنیا کی حقیقت اللہ کی نظر میں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو (یعنی خدا کے منکر کو) پینے کو پانی بھی نہ ملتا؛ لیکن دنیا اللہ کی نظر میں اتنی گھٹیا ہے کہ جیسے گھورا ہے، جیسے گندگی کا کوئی ڈھیر ہے، جس آدمی کو خدا پسند نہیں کرتا وہ گندگی کے ڈھیر میں گھس جاتا ہے، اللہ کا اس میں کیا نقصان ہے؟ اور آپ دیکھتے ہیں کہ کہیں گندگی کا ڈھیر ہوتا ہے، اس میں سور گھستے رہتے ہیں، سور اس میں سے کھاتے رہتے ہیں، انسانوں کو کوئی خیال ہوتا ہے کہ سور کھا رہے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا ایسی ہی ہے، گندگی کا ایک ڈھیر ہے، کافر کھا رہا ہے کھائے، گندگی کھا رہا ہے، گندگی کے اندر لوٹ رہا ہے، ٹھیک ہے کافر ہے، اللہ کا ناپسندیدہ ہے، وہ گھورے میں پڑا رہے، گندگی کھائے، کیا ہے؟ کھائے؛ لیکن اللہ کے بعض نیک بندے ایسے ہوتے ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ وہ دیکھنے میں بہت معمولی ہوتے ہیں کہ کوئی ان کو اہمیت نہیں دیتا؛ لیکن اللہ کے پسندیدہ ہوتے ہیں، وہ اگر قسم کھا لیں اللہ کی طرف سے، تو اللہ ان کی قسم پوری کر دے گا، اللہ تعالیٰ ان کی اتنی رعایت کرتا ہے اور کافر کا یہ ہے کہ جو چاہے کرے، وہ کیا کھا رہا ہے، کیا پہن رہا ہے، شان دکھا رہا ہے، یہ شان کیا ہے؟ گھورے کی شان، گندی چیز کی شان اللہ کے نزدیک کفر وشرک کا سب سامان گندا ہے، گھورا ہے، تو مؤمن کی شان یہ ہے کہ دنیا کی ان چیزوں کی وہ گھٹیا سمجھے، دنیا کے کافرانہ کروفر کو، اس کی شان وشوکت کو، سمجھے کہ اس کی کوئی قیمت اللہ کی نظر میں نہیں ہے۔

اللہ کی نظر میں قیمت کس چیز کی ہے؟ نیک عمل کی، دل پاک ہو، دل صاف ہو، دل کے اندر اللہ ہو اور دماغ کے اندر اللہ ہو، اس کے اندر اللہ کے حکم کی پابندی کا جذبہ ہو، آخرت کی فکر ہو، اور ڈر ہو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ہماری پکڑ نہ کرے، ذرا ذرا سا رہے سہا سہا سا رہے کہ آخرت میں کہیں ہماری پکڑ نہ ہو، تو اس کی حیثیت ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا رتبہ ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا لحاظ ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی عزت ہے اور جو دنیا میں لوٹ رہا ہے، دنیا کی لذتوں میں منہمک ہے، تو اللہ کے نزدیک وہ ایسے ہی ہے جیسے گھورے کے اندر کوئی جانور لوٹ رہا ہو۔

میں اصل میں اس بات کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتا تھا کہ ان مدرسوں کی قدر کیجئے اور ان کیا اگر ناقدری کریں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کے خلاف ہوگا، اللہ تعالیٰ کی جو چیز ہے وہ سستی نہیں ہے، قیمتی ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مال قیمتی ہے: ﴿أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللهِ غَالِيَةٌ﴾ اللہ تعالیٰ کا مال سستا نہیں ہے کہ آپ کو یوں ہی مل جائے، بے سوچے سمجھے مل جائے، بغیر محنت کے مل جائے، بغیر فکر وتوجہ کے مل جائے، نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کے خلاف ہے، آپ اس کے مال کو، اس کی چیز کو قدر سے لیں گے تو وہ دے گا، قدر نہیں کریں گے تو نہیں دے گا، اللہ تعالیٰ کو اپنی چیز عزیز ہے، وہ ناقدروں کو نہیں دے گا، قدر کرنے والوں کو دے گا۔ اس لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اللہ کی چیز کی قدر کرنی چاہئے اور اس کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے اور اس کی قیمت کو سمجھنا چاہئے اور جب اس کی قیمت کو سمجھیں گے، اس کی قدر کریں گے، تو اللہ تعالیٰ دے گا تو اللہ تعالیٰ دے گا، اللہ تعالیٰ خوش ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ دے گا تو پھر بیڑا پار ہے اور جب اللہ تعالیٰ دینے پر آئے تو کون روک سکتا ہے؟ اس لئے ہمیں قدر کرنی چاہئے کہ جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہو، اللہ کا نام سکھایا جاتا ہو، اللہ کے احکام بتائے جاتے ہوں، وہ جگہ سب جگہوں سے بہتر ہے، وہ اللہ کی جگہ ہے اور دوسری جو جگہ ہے وہ انسانوں کی جگہ ہے، جانوروں کی جگہ ہے، بادشاہوں کی ہو تو بھی وہ انسانوں کی جگہ ہے، اللہ کی جگہ کا مقابلہ وہ نہیں کر سکتی، اس لئے مسجد اور مدرسہ ان دونوں کی قدر کیجئے اور سمجھئے کہ ان کی نسبت اللہ سے ہے، یہ اللہ کی چیز ہے اس لئے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھئے تاکہ اللہ تعالیٰ کو برا نہ لگے، یہ مدرسے روشنی کے مینار ہیں، ان کی روشنی میں کفر اور شرک کی چٹانوں سے اپنے جہاز کو بچا کے نکالئے اور آپ اسی وقت نکالیں گے جب آپ کو روشنی مل رہی ہوگی، جو بتا سکے کہ کدھر چٹان ہے کدھر چٹان نہیں ہے؟ کہاں آپ تباہ ہو سکتے ہیں؟ خدانخواستہ اور کہاں آپ بچ کے نکل سکتے ہیں؟ لہٰذا قدر کیجئے ان چیزوں کی، اللہ تعالیٰ برکت دے اور مجھ کو بھی قدر کی توفیق عطا فرمائے اور آپ سب کو بھی، اللہ تعالیٰ اپنے صحیح راستہ پر چلنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے اور ہم سب سے راضی ہو، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہی اصل ہے، ساری باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اللہ کو کیسے راضی کریں؟ اس کو راضی کرنے کے جو بھی طریقے ہیں ان کو ہم کس طرح اختیار کریں؟ اور کس طرح اللہ کو راضی کریں؟ یہی ہمارے کرنے کی چیز ہے اور اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق سے نوازیں!

☆☆☆☆☆

وراثت نبوی

تعلیم وتربیت - حکیمانہ انداز

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

محسن انسانیت سرور دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کے لئے ایک عظیم اور مثالی معلم بن کر تشریف لائے تھے، ایسے معلم جن کی تعلیم وتربیت نے صرف تئیس سال کی مختصر مدت میں نہ صرف پورے جزیرۂ عرب کی کایا پلٹ کر رکھدی، بلکہ پوری دنیا کے لئے رشد وہدایت کی وہ ابدی قندیلیں بھی روشن کردیں، جو رہتی دنیا تک انسانیت کو عدل وانصاف، امن وسکون اور عافیت واطمینان کی راہ دکھاتی رہیں گی، نبی کریم نے تئیس سال کی مختصر مدت میں جو حیرت انگیز انقلاب برپا کیا اس کی برق رفتاری اور اس کے ہمہ گیر اثرات نے ان لوگوں کو بھی انگشت بدنداں کردیا جو آنحضرت اور آپ کے مشن کے سخت مخالف رہے ہیں۔

تعلیم وتربیت کی دو اہم اور نمایاں خصوصیات

موضوع بڑا طویل اور تفصیل کا محتاج ہے اور واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز تعلیم وتربیت کی تمام خصوصیات کا احاطہ کسی بھی انسان کے لئے ممکن نہیں ہے؛ لیکن یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز تربیت کی صرف دو خصوصیات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اپنی محدود بصیرت اور مطالعہ کی حد تک مجھے سب سے زیادہ بنیادی معلوم ہوتی ہیں۔

ان میں سب سے پہلی خصوصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت، دل سوزی وخیر خواہی اور رحم دلی ونرم خوئی ہے، چنانچہ قرآن کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کا ذکر فرماکر اسے آپ کی کامیابی کا بہت بڑا سبب قرار دیا ہے، ارشاد ہے: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ﴾ (بس یہ اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بناپر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے نرم خو ہوگئے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم درشت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے منتشر ہوجاتے)۔

جس شخص نے سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مصائب وآلام کے پہاڑ توڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت اس بات کی گواہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کبھی ایک لمحے کے لئے انتقام کا جذبہ پیدا نہیں ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر غضب ناک ہونے کے بجائے ان پر ترس کھاتے تھے کہ یہ لوگ کیسی سنگین گمراہی میں مبتلا ہیں اور ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ وہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے حق بات ان کے دل میں اتر جائے اور یہ ہدایت کے راستہ پر آجائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے معلم نہ تھے کہ محض کوئی کتاب پڑھا کر یا درس دے کر فارغ ہو بیٹھے ہوں اور سمجھتے ہوں کہ میں نے اپنا فریضہ ادا کردیا، اس کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زیر تربیت افراد کی زندگی کے ایک ایک شعبے میں دخیل تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دکھ درد میں شریک اور ہر لمحے ان کی فلاح وبہبود کے لئے فکر مند رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی وصف کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: "بلاشبہ تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک ایسا رسول آیا ہے جس پر تمہاری مشقت گراں گذرتی ہے اور جو تمہاری بھلائی کے لئے بے حد حریص ہے اور مسلمانوں پر بیحد شفیق اور مہربان ہے"۔

تربیت کا ایک عبرت آموز واقعہ

علامہ نورالدین ھیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں مسند احمد اور معجم طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے، ذرا تصور تو کیجئے کہ کیا فرمائش کی جارہی ہے، ایک ایسے گھناؤنے گناہ کو حلال قرار دینے کی فرمائش جس کی قباحت وشناعت پر دنیا بھر کے مذاہب وادیان متفق ہیں اور یہ فرمائش کس سے کی جارہی ہے؟ اس برگزیدہ ہستی سے جس کی عصمت وعفت کے آگے فرشتے کا بھی سر جھک جاتا ہے، کوئی اور ہوتا تو اس نوجوان کو مار پیٹ کر یا کم از کم ڈانٹ ڈپٹ کر باہر نکلوا دیتا؛ لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جن کا کام برائی پر خفگی کا اظہار کرکے پورا نہیں ہوجاتا، بلکہ جو اس برائی کے علاج کو بھی اپنا فریضہ سمجھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس نوجوان کے خلاف غیظ وغضب کے بجائے ہمدردی اور رحم کے جذبات پیدا ہوئے، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناراض ہونے کے بجائے اسے پیار کے ساتھ اپنے پاس بلایا، اپنے قریب بٹھایا، اس کے کندھے پر مشفقانہ ہاتھ رکھا اور محبت بھرے لہجے میں فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ جو عمل تم کسی اجنبی خاتون کے ساتھ کرنا چاہتے ہو، اگر کوئی دوسرا شخص تمہاری ماں کے ساتھ کرنا چاہے تو کس طرح تم اس کو گوارہ کروگے؟ نوجوان کے ذہن کے دریچے ایک ایک کرکے کھلنے لگے، اس نے کہا نہیں، یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے یہ بات پسند نہیں کرتے، اچھا یہ بتاؤ اگر کوئی شخص تمہاری بہن کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو کیا تم اس کو گوارہ کرلوگے؟ نوجوان نے عرض کیا نہیں، یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بات تمہیں اپنی بہن کے لئے گوارا نہیں دوسرے لوگ بھی اپنی بہنوں کے ساتھ اسے پسند نہیں کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اس نوجوان کو مثالیں دے کر سمجھاتے رہے اور آخر میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا فرمائی: "اللّٰهم اغفر ذنبه و طهّر قلبه وحصّن فرجه". (اے اللہ! اس کے گناہ معاف کردیجئے اور اس کے قلب کو پاک کردیجئے اور اس کے شرمگاہ کو عفت عطا فرمادیجئے) یہاں تک کہ وہ مجلس سے اٹھا تو اس گھناؤنے عمل سے ہمیشہ کے لئے تائب ہوچکا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نوجوان پر غیظ وغضب کا اظہار کرکے اپنے مشتعل جذبات کی تسکین کرسکتے تھے؛ لیکن اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نوجوان کی زندگی تباہ ہوتی نظر آتی تھی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی، حکمت اور تدبر وتحمل کا نتیجہ تھا کہ وہ نوجوان ہلاکت کے گڑھے سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگیا، کاش! آج کے مصلحین، اساتذہ اور واعظین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل پیرا ہوسکیں، تو آج انھیں اپنے نوجوانوں کی بے راہ روی کی شکایت نہ ہو۔

مربی کیلئے بنیادی اہم ہدایات اور تربیت کے عملی نمونے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز تعلیم کی دوسری اہم خصوصیت جسے میں اہمیت کے ساتھ اس وقت ذکر کرنا چاہتا ہوں اور جو احقر کی نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز تربیت کی سب سے زیادہ مؤثر خصوصیت ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں کو جس بات کی تعلیم دی اس کا بذات خود عملی نمونہ بن کر دکھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ ونصائح اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت صرف دوسروں کے لئے نہ تھی، بلکہ سب سے پہلے اپنی ذات کے لیے تھی، اللہ تعالی نے بہت سے معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رخصت وسہولت عطا فرمائی؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخصت وسہولت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اپنے آپ کو دوسرے تمام مسلمانوں کی صف میں رکھنا پسند فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کی تلقین فرمائی تو خود اپنا عالم یہ تھا کہ دوسرے اگر پانچ وقت نماز پڑھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ وقت نماز ادا فرماتے تھے، جس میں چاشت، اشراق اور تہجد کی نمازیں شامل ہیں، تہجد عام مسلمانوں کے لئے واجب نہ تھی؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی اور تہجد بھی ایسی کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا، حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالی نے آپ کی اگلی پچھلی لغزشیں معاف نہیں فرمادیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی محنت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی نے مجھ پر رحم وکرم فرمایا ہے؛ لیکن کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ تھا کہ اگر رمضان کے فرض روزے رکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہ رہتا تھا، عام مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ صبح کو روزہ رکھ کر شام کو افطار کرلیا کریں؛ لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی روز مسلسل اس طرح روزے رکھتے تھے کہ رات کے وقت بھی غذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں نہیں جاتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو زکوۃ دینے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تاکید فرمائی تو سب سے پہلے خود اپنی عملی زندگی میں اس کا بے مثال نمونہ پیش کیا، عام مسلمانوں کو اپنے مال کا چالیسواں حصہ فریضے کے طور پر دینے کا حکم تھا اور اس سے زیادہ حسب توفیق خرچ کرنے کی تلقین کی جاتی تھی؛ لیکن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ تھا کہ اپنی فوری ضرورت کو نہایت سادہ طریقے سے پورا کرنے کے بعد اپنی ساری آمدنی ضرورت مند افراد میں تقسیم فرمادیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تک گوارہ نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وقتی ضرورت سے زائد ایک دینار بھی گھر میں باقی رہے، ایک مرتبہ عصر کی نماز کے بعد خلاف معمول فوراً گھر تشریف لے گئے اور جلد ہی باہر آئے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین نے وجہ پوچھی تو فرمایا: مجھے نماز میں یاد آیا کہ سونے کا ایک ٹکڑا گھر میں رہ گیا ہے مجھے خیال ہوا کہ کبھی موت آجائے اور سونے کا یہ ٹکڑا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑا رہ جائے، حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ گھر میں تشریف لائے، میں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: ام سلمہ! کل جو سات دینار آئے تھے شام ہوگئی اور وہ بستر پر پڑے رہ گئے، حد یہ ہے کہ مرض وفات کی حالت میں جب کہ بیماری کی تکلیف نے سخت بے چین کردیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آتا ہے کہ کچھ اشرفیاں گھر میں پڑی ہیں، فوراً حکم دیتے ہیں کہ انہیں خیرات کرو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے اس طرح ملے گا کہ اس کے پیچھے اس کے گھر میں اشرفیاں پڑی ہوئی نہ ہوں۔

عام مسلمانوں کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہی تھی کہ جوش میں آکر اپنی ساری پونجی خیرات کردینا مناسب نہیں، بلکہ اپنی ضرورت کے مطابق مال رکھ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرو؛ لیکن مسلمانوں کو اس تعلیم کا عادی بنانے کے لئے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل کا یہ نمونہ پیش فرمایا کہ گھر میں کوئی نقدی باقی نہ چھوڑی تاکہ اس مثالی طرز عمل کو دیکھ کر کم از کم اس حد تک آسکیں، جو اسلام کو عام مسلمانوں سے مطلوب ہے، چنانچہ انسانیت کے اس معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ جب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا کہ: ”تم نیکی کا مقام ہرگز اس وقت تک حاصل نہ کرسکو گے، جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو“۔

تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس آیت پر عمل کرنے کے لئے مسابقت کا جو غیر معمولی مظاہرہ فرمایا، وہ تاریخ انسانیت میں اپنی مثال آپ ہے، اس آیت کے نازل ہونے پر تمام صحابہ کرامؓ نے اپنی پسندیدہ ترین اشیاء خیرات کردیں اور ایسی ایسی محبوب چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کردیا جنہیں وہ سالہا سال سے حرز جاں بنائے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں کو زہد وقناعت کی تعلیم دی تو خود اپنی زندگی میں اس کا عملی نمونہ پیش کرکے دکھایا، غزوۂ احزاب کے موقع پر جب بعض صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شدت کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھایا کہ اس پر پتھر بندھا ہوا ہے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اپنا بطن مبارک کھول کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مساوات اور بھائی چارہ کی تعلیم دی تو سب سے پہلے خود اس پر عمل کرکے دکھایا، اگر دوسرے مسلمان عام سپاہی کی حیثیت سے مدینہ طیبہ کے دفاع میں خندق کھودنے کی مشقت برداشت کررہے تھے تو ان کا امیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف قیادت و نگرانی کا فریضہ انجام دے رہا تھا، بلکہ بہ نفس نفیس کدال ہاتھ میں لئے کھودنے میں شریک تھا اور زمین کا جتنا بڑا ٹکڑا ایک عام سپاہی کو کھودنے کے لئے دیا گیا تھا اتنا ہی بڑا ٹکڑا اس نے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔

ایثار کی تعلیم ہر معلم اخلاق نے دی ہے؛ لیکن عموماً یہ تعلیم معلم کے الفاظ اور فلسفے سے آگے نہیں بڑھتی، اس کے برخلاف انسانیت کے اس معلم اعظمؐ نے اپنی زبان سے ایثار کے الفاظ کم استعمال کئے اور عمل سے اس کی تعلیم زیادہ دی، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی ہیں اور مرتبے کے لحاظ کے صرف عرب نہیں دونوں جہاں کی قابل احترام شہزادی ہیں؛ لیکن چکی پیستے پیستے ان کی ہتھیلیاں گھس گئی ہیں وہ آکر درخواست کرتی ہیں کہ مجھے کوئی خادمہ دلوادی جائے؛ لیکن مشفق باپ کی زبان سے یہ جواب ملتا ہے: ”فاطمہ ابھی صفہ کے غریبوں کا انتظام نہیں ہوا، اسلئے تمہاری خواہش پر عمل ممکن نہیں“۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صبر اور عفوو درگزر کا درس دیا تو خود اس پر عمل پیرا ہوکر دکھلایا، ایک مرتبہ کسی شخص کا کچھ قرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض کا مطالبہ کیا اور اس غرض کے لئے کچھ گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقوق العباد کی ادائیگی کا کس قدر اہتمام تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے تقاضے کے بغیر ہی اس کا قرض چکاتے، اس لئے اس شخص کے پاس اس تلخ کلامی کا کوئی جواز نہ تھا، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس شخص کا یہ گستاخانہ انداز دیکھا تو اسے گستاخی کا مزہ چکھانا چاہا؛ لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تمام تر اشتعال انگیز اور تکلیف دہ رویے کو دیکھنے کے باوجود صحابہ کرام سے فرماتے ہیں کہ اسے رہنے دو، وہ صاحب حق ہے اور صاحب حق کو بات کہنے کی گنجائش ہوتی ہے۔

اور عفوو درگزر کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا وہ تو ساری دنیا کو معلوم ہے کہ جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کے لئے ظلم وستم کا کوئی طریقہ نہیں چھوڑا تھا، انہیں لوگوں پر فتح پانے کے بعد آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمادیا کہ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

تعلیم وتربیت مفید وموثر کب؟

خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت جس نے دشمنوں تک کے دل جیتے اور جس نے ایک وحشی قوم کو تہذیب وشائستگی کے بام عروج تک پہونچایا، اس کی سب سے بنیادی خصوصیت یہ تھی کہ وہ تعلیم محض ایک فکر اور فلسفہ نہیں تھی جیسے خوبصورت الفاظ کا خول چڑھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں کے سامنے پیش کردیا، بلکہ وہ ایک متواتر اور پیہم عمل سے عبارت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کی ہر ادا مجسم تعلیم تھی، آج اگر ہم اساتذہ کی تعلیم، واعظوں کے وعظ اور خطیبوں کی تقریریں نتائج کے اعتبار سے بے جان اور اصلاح معاشرہ کے عظیم کام کے لئے بے اثر نظر آتی ہیں، تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ آج ہمارے معلموں، واعظوں اور خطیبوں کے پاس صرف دل کش الفاظ اور خوش نما فلسفے تو ضرور ہیں؛ لیکن ہماری زندگی ان دلکش الفاظ اور خوشنما فلسفوں سے یکسر متضاد ہے اور ایسی تعلیم وتربیت نہ صرف یہ کہ کوئی مفید اثر نہیں چھوڑتی، بلکہ بسا اوقات اس کا الٹا اثر یہ ہوتا ہے کہ مخاطب ایک شدید ذہنی کشمکش اور فکری انتشار کا شکار ہوکر رہ جاتا ہے استاذ کا بیان کیا ہوا فلسفہ اور مقرر کی شعلہ بیان تقریریں ایک محدود وقت کے انسانوں کو اپنی طرف متوجہ ضرور کرلیتی ہیں اور بہت زیادہ ہو تو عقل ان کی صحت کو تسلیم کرلیتی ہے؛ لیکن دلوں کو متاثر کرنے اور زندگیوں کی کایا پلٹنے کا عظیم کام اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک معلم کی تعلیم اور وعظ خود اس کی اپنی زندگی میں عملی طور پر رچا بسا ہوا نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

محمود غزنوی اور حدیث نبوی ﷺ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ امیر سبکتگین نیشاپور میں مقیم تھا، ایک دن کسی عالم حدیث سے ایک حدیث سنی، جس کا ترجمہ یہ ہے: ”پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کہتا ہے دنیا سے دل نہ لگا کہ تجھے یہاں اس لیے نہیں لایا گیا اور بہشت سے لاپروائی نہ کر کہ تجھے اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے، رات کی نماز پابندی سے پڑھ کہ مومنوں کی فتح اس میں ہے اور مخلوق سے امید نہ رکھ کہ ان کے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں ہے“۔

سبکتگین نے یہ حدیث سنی تو اسے اپنے تمام کاموں کی بنیاد قرار دیا، چنانچہ وہ ہمیشہ فتح کی دعا رات کو مانگتا اور اپنی فتوحات کو اسی کا نتیجہ خیال کرتا۔

جب اس کا بیٹا محمود آیا تو اس نے اسے بھی اس عالم کے پاس بھیجا کہ وہ محمود کو بھی وہی حدیث سنائے، محمود نے حدیث سنی اور باپ کی طرح اس پر عمل کرنا شروع کردیا۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ محمود کا لشکر بلخ کے دروازے پر پڑا تھا اور صبح خان ترکستان سے مقابلہ تھا، محمود آدھی رات کو اٹھا اور غسل کے لئے گرم پانی منگوایا، مگر نہ ملا، اس رات برف باری ہورہی تھی اور برفانی ہوا کے طوفان آرہے تھے، اس کے باوجود اس نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا اور مصلی بچھا کر عبادت کرنے لگا، مصاحبوں نے کہا کہ صبح معرکہ درپیش ہے، آج کی رات تو آپ کو آرام کرنا چاہئے، محمود نے جواب دیا: ”میرا کام آج ہی رات کا ہے، کل کا کام خدا کا ہے میرا نہیں“۔ چنانچہ صبح تک عبادت میں مصروف رہا، فجر ہوئی تو اٹھا، نماز پڑھی اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ: ”الٰہی ہم دو فریقوں میں سے جو فریق تیرے بندوں کے حق میں بہتر ثابت ہو، اسے فتح عنایت کر!“۔ یہ دعا مانگ کر گھوڑے پر سوار ہوا اور سیدھا لڑائی کے میدان میں آیا، اس روز اسے جو فتح حاصل ہوئی وہ بہت عظیم الشان اور حیرت انگیز تھی۔

سلطان محمود غزنوی اور علوم وفنون کی قدر

سلطان محمود بن سبکتگین انار اللہ برہانہ کے دربار میں بیسیوں ایسے مشہور ومعروف منجم جمع تھے کہ زمانے میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے، مگر سلطان کسی معاملے میں ان کی رائے نہ لیتا تھا، ایک مرتبہ کسی منہ لگے مصاحب نے دریافت کیا کہ: ”علم نجوم کے اتنے بڑے بڑے استاد حضور کے پاس جمع ہیں، مگر آپ کبھی ان سے کوئی بات نہیں پوچھتے، پھر ان کی موجودگی کا فائدہ کیا ہے“؟

سلطان نے جواب دیا کہ: ”ان لوگوں کو صرف اس لئے رکھا گیا ہے کہ ملک میں ہر علم اور ہر فن کے ماہروں کی موجودگی ضروری ہے کہ وقت بے وقت کام اٹکا نہ رہے، ورنہ میرے معاملات کی بنیاد صرف دو باتوں پر ہے، اول خدا پر توکل اور دوسرے شریعت کا فتویٰ اور مخلصوں کی رائے“۔

☆☆☆☆☆

فقہ و فتاویٰ

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: اگر لڑکا امریکہ میں ہو اور لڑکی ہندوستان میں، رشتہ نکاح طے ہو چکا ہو، کسی اہم مجبوری کی وجہ سے لڑکا ہندوستان جلد نہیں آسکتا ہو ایسی مجبوری میں اگر ٹیلیفون پر نکاح کرایا جائے تو درست ہوگا یا نہیں؟

جواب: اسلام میں نکاح کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہو، اس لیے موبائل یا فون پر نکاح درست نہیں ہے، البتہ لڑکا یا لڑکی میں سے کوئی ایک امریکہ یا ہندوستان میں کسی کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دے اور وکیل دو گواہوں کے سامنے اپنے موکل کی طرف سے ایجاب کرے اور دوسرا فریق اسے قبول کرے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، کیونکہ اس صورت میں ایک ہی مجلس میں ایجاب و قبول پائے جانے کا فریضہ انجام دیا جائے گا، جو نکاح کے شرط ہے، اس طرح نکاح ہو جائے گا، فقہاء نے بذریعہ وکالت اس طرح کے نکاح کو درست قرار دیا ہے۔[فتاویٰ ہندیہ:۱/۲۶۹]

سوال: انٹرنیٹ، ویب سائٹ، فیکس، ای میل، ٹیلی فون کانفرنس اور ٹیلی گرام پر نکاح کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

جواب: نکاح کے شرائط میں ایک یہ ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو جیسا کہ پہلے سوال کے جواب میں گزر چکا ہے، اس لیے انٹرنیٹ، ویب سائٹ، اور ای میل وغیرہ پر نکاح کرنے سے شرعاً نکاح نہیں ہوگا، اس کے درست ہونے کی صورت یہی ہے کہ کسی کو ایجاب وقبول کا وکیل بنایا جائے اور وہ اپنے موکل کا نکاح کرے، علامہ ابن عابدین شامیؒ نے انعقاد نکاح کی اس صورت کو جائز قرار دیا ہے۔[ردالمحتار:۳/۶۳]

سوال: نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت کون لے؟ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ نکاح پڑھانے والے قاضی خود دو گواہوں کے ساتھ لڑکی کے پاس اجازت کے لیے جاتے ہیں جب کہ وہاں عورتوں کی بھیڑ ہوتی ہے اور قاضی کے لیے یہ عمل کافی آزمائش کا ہوتا ہے، کیا قاضی ہی کے لیے اجازت لینا ضروری ہے۔

جواب: لڑکی سے اجازت لینے کے لیے قاضی کا لڑکی کے پاس جانا ضروری نہیں بلکہ خود لڑکی کے والد اور ان کے دو محرم رشتہ دار کے ساتھ جائیں تو یہ بہتر ہے، قاضی نکاح اگر غیر محرم ہو تو ان کا جانا مناسب نہیں ہے، ایسے موقع سے وہاں موجود عورتوں کو ہٹ جانا چاہئے، اور لڑکی کے ولی کو چاہئے کہ اپنے دو محرم گواہوں کے ساتھ لڑکی سے اجازت کے لیے جائیں اور ہر حال میں بے پردگی سے بچا جائے، پردہ کے احکام شریعت میں بہت سخت ہیں، ان کا لحاظ ضروری ہے۔[سورہ احزاب]

سوال: شادی سے قبل ہونے والی زوجہ کو لڑکا دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دیکھنے کی اجازت ہے تو کس حد تک؟

جواب: شریعت اسلامی میں نکاح سے قبل پیغام دینے والے لڑکے کو اجازت ہے کہ اگر چاہے تو ہونے والی زوجہ کو دیکھ لے، ابوداؤد کی روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا: "اذا حطب أحد کم المرأة فان استطاع أن ینظر الی مایدعوه الی نکاحها فلیعمل"۔ (جب تم کسی عورت کو نکاح کا پیغام دو تو اگر یہ ممکن ہو کہ اس کے وہ اوصاف دیکھ سکو جو نکاح میں مطلوب ہیں تو ضرور ایسا کرو)۔[ابوداؤد:۱/۲۸۳]

اب رہی یہ بات کہ جسم کے کن حصوں کو دیکھا جا سکتا ہے تو اس بارے میں جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ صرف چہرے اور ہتھیلیوں کا دیکھنا جائز ہے بقیہ حصہ کا نہیں۔[ہدایہ:۲/۴۵۹] علامہ ابن حجر لکھتے ہیں: "قال الجمهور لاباس أن ینظر الخاطب الی المخطوبة قالوا لا ینظر الی غیر وجهها وکفیها"۔ [فتح الباری:۹/۱۵۷] (جمہور علماء کہتے ہیں کہ منگیتر کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں مگر چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ کچھ اور نہ دیکھے)۔

سوال: نکاح پڑھانا لڑکے والے کا حق ہے یا لڑکی والے کا؟ اگر لڑکی والے کہیں کہ قاضی نکاح پڑھائیں گے اور لڑکی والے کہیں کہ میرے قاضی نکاح پڑھائیں گے تو اس صورت میں ترجیح کس کو دی جائے گی؟

جواب: قاضی نکاح، لڑکی کا وکیل ہوتا ہے، لڑکی اور لڑکی والوں ہی کو اختیار ہے جسے چاہیں نکاح کا وکیل منتخب کریں، اختلاف کی صورت میں لڑکی کے قاضی کو ترجیح حاصل ہوگی۔[نظام الفتاویٰ:۳/۶۸]

سوال: لڑکے اور لڑکی نے اپنے والدین کو بتائے بغیر کورٹ میرج کر لی، وہاں صرف ایک فارم بھرا گیا اور دونوں نے اپنے اپنے کالم پر دستخط کر دیے، کیا نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب: اسلامی شریعت میں نکاح صحیح کے لیے فریقین کے علاوہ دو مسلمان گواہ کا ہونا بوقت نکاح شرط ہے، اگر وہاں دو مسلمان گواہ ایجاب وقبول کے وقت موجود تھے تو نکاح ہو گیا ورنہ نہیں۔[ردالمحتار:۳/۲۶۲]

☆☆☆☆☆

انسانی سماج

غیبت کا کلچر اور اس کی بنیادیں

شاہ نواز فاروقی

ہماری زندگی کا عام تجربہ ہے کہ جیسے ہی کہیں دو چار لوگ جمع ہوتے ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے ایک زبردست "غیبت کانفرنس" منعقد ہونے لگتی ہے، ایسی غیبت کانفرنسوں کا معاملہ عجیب ہوتا ہے، ان میں شریک ہر شخص غیبت کانفرس کا سامع بھی ہوتا ہے اور اس کا صدر بھی، اہم بات یہ ہے کہ غیبت کانفرس میں شریک لوگوں کے لئے غیبت کرنے میں بھی لطف ہوتا ہے اور اس کی سماعت میں بھی، اکثر لوگ غیبت میں اس شدت سے شریک ہوتے ہیں کہ ان کی غیبت میں ایک 'عالمانہ شان' پیدا ہو جاتی ہے اور اسے دیکھ کر خیال آتا ہے کہ جیسے غیبت کرنے والا ابھی ابھی آکسفورڈ یا ہارورڈ سے غیبت میں پی ایچ ڈی کر کے لوٹا ہے، بعض رجحانات طبقاتی ہوتے ہیں، یعنی ان کا اثر کسی خاص طبقے میں زیادہ ہوتا ہے؛ لیکن غیبت کے دائرے میں سب 'مساوی' ہیں، اس سلسلے میں امیر اور غریب کی کوئی تخصیص نہیں، عالم اور جاہل میں کوئی فرق نہیں، مذہبی اور غیر مذہبی کا کوئی امتیاز نہیں، یہاں تک کہ مرد اور عورت میں بھی کوئی فرق نہیں، بلاشبہ عورتیں غیبت میں زیادہ ملوث ہوتی ہیں؛ لیکن مرد بھی اس غیبت کے فن میں اتنی اہلیت پیدا کر چکے ہیں کہ غیبت کے شعبے میں خواتین کے 'شانہ بشانہ' جدوجہد کرتے نظر آتے ہیں۔

یہ منظر نامہ کئی اعتبار سے حیران کن ہے، آپ کسی مسلمان کے سامنے سور کے گوشت کا ذکر بھی کر دیں تو انکی طبیعت متلانے لگتی ہے؛ لیکن قرآن مجید نے کہا ہے کہ غیبت کا عمل اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی طرح ہے، تاہم لوگوں کی طبیعت جس طرح سور کے گوشت سے ابا کرتی ہے اس طرح مردہ بھائی کے گوشت سے ابا نہیں کرتی، آپ کسی مسلمان سے زنا کا ذکر کریں تو وہ کانوں کو ہاتھ لگانے لگے گا؛ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کو زنا سے زیادہ اشد یا شدید کہا ہے، تاہم ہم غیبت پر چونکتے تک نہیں، اس صورت حال نے غیبت کو ہمارا کلچر بنا دیا ہے، یعنی غیبت ہمارے لئے 'اسلوب حیات' بن گئی ہے، یہاں سوال یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کو زنا سے زیادہ شدید کیوں فرمایا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ کیوں دی ہے؟ غور کیا جائے تو زنا صرف عصمت کی پامالی ہے؛ لیکن غیبت پورے انسانی وجود کی پامالی ہے، تاہم ہم زنا کو شدید سمجھتے ہیں اور غیبت پر چونکتے تک نہیں، سوال یہ ہے کہ اس کا سبب کیا ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ زنا ایک خارجی عمل ہے اور غیبت ایک باطنی عمل؛ لیکن اس بات کا مطلب کیا ہے، اس بات کا مطلب یہ ہے کہ ہم مذہب کو خارج میں پہچانتے ہیں؛ لیکن باطن میں نہیں پہچانتے۔

یہ صورت حال ہماری ظاہر پرستی اور باطن سے غفلت کا ایک مظہر ہے، قرآن مجید میں غیبت کی ہولناکی کو نمایاں کرنے کے لئے غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ غیبت ایک یک سطحی، یک جہتی کا عمل نہیں ہے، غیبت میں جھوٹ، بہتان، عیاری، مکاری، بے حسی غرضیکہ بہت سی برائیاں جمع ہو جاتی ہیں، کہنے کو غیبت ایک لفظی عمل ہے؛ لیکن یہ نفسیاتی قتل ہے، جذباتی قتل ہے، ذہنی قتل ہے، تاہم قتل کی عام واردات میں مقتول قاتل کی مزاحمت کر سکتا ہے، اپنا دفاع کر سکتا ہے؛ لیکن غیبت کے عمل میں مقتول اپنے قتل سے لاعلم ہوتا ہے، وہ اپنے دفاع کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے، یہ چیزیں غیبت کی ہولناکی کو بہت بڑھا دیتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید نے غیبت کی کراہیت کو شدت سے بیان کیا ہے۔

یہاں سوال یہ ہے کہ آخر ہم غیبت کرتے ہیں کیوں ہیں؟ اور غیبت کا رجحان بڑھ کیوں رہا ہے؟ غیبت کا انسان کے تصور ذات سے گہرا تعلق ہے، انسان خود کو دوسروں سے برتر سمجھتا ہے؛ لیکن وہ صرف اپنی برتری کے احساس پر قانع نہیں ہو جاتا، وہ اپنی برتری کو دوسروں کی کمتری سے ظاہر اور ثابت کرتا ہے، یہی چیز اسے دوسروں کی برائی پر اکساتی ہے، اس اعتبار سے دیکھا جائے تو انسان دوسروں کی غیبت پر کھڑا ہو کر اپنا قد بلند کرتا ہے، یہ عمل غیبت کو انسان کے لئے لذیذ اور مرغوب بناتا ہے، اس تناظر میں دیکھا جائے تو غیبت انسان کی خود پسندی کا شاخسانہ ہے اور خود پسندی شیطان کا ورثہ ہے۔

تجزیہ کیا جائے تو غیبت کے رجحان میں اس لئے اضافہ ہو رہا ہے کہ ہمارے ماحول میں خود پسندی کو فروغ دینے والے عوامل بڑھ رہے ہیں، جو عالمی کلچر ہم پر مسلط ہے اس میں انفرادیت پسندی بڑھ رہی ہے، نفس کے تزکیے کے امکانات معدوم نہیں تو محدود ضرور ہو گئے ہیں، اب دوسرا

ہمارے وجود کی توسیع نہیں اس کی ضد ہے، دوسرا ہمارا حریف بلکہ دشمن ہے، اس سلسلے میں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان خود کو دوسروں سے کمتر سمجھے، نظری طور پر نہیں عملاً، تصوراتی سطح پر نہیں وجودی سطح پر، انسان اگر خود کو دوسروں سے کم تر سمجھنے لگے تو وہ پھر دوسروں کی تعریف کرے گا، ان کی مذمت نہیں، ان میں کمال تلاش کرے گا، زوال نہیں، اسلام انسان کی تکریم کی ایک ایسی بلند سطح متعین کرتا ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی، اسلام انسان کو اشرف المخلوقات کہتا ہے، انسان زمین پر اللہ کا نائب ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسانی جان کی حرمت سب سے بڑھ کر ہے، مولانا روم نے کہا ہے کہ تہذیب کی اصل انسان کی تکریم ہے، ہمارے صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ انسان کائنات اصغر یعنی چھوٹی کائنات ہے، یعنی وہ اس وسیع وعریض کائنات کا خلاصہ ہے۔

اسلامی تہذیب کا یہ تصور انسان اگر کسی کے دل ودماغ پر رتی برابر بھی اثر انداز ہو تو وہ کسی دوسرے انسان کی عدم موجودگی میں اس کی برائی نہیں کرے گا، اس تناظر میں دیکھا جائے تو غیبت کا بڑھتا ہوا رجحان اس امر کا غماز ہے کہ ہم اسلام کے تصور انسان کو یکسر فراموش کر بیٹھے ہیں، ہماری نظر میں اپنی کوئی تکریم ہے اور نہ دوسرے کی، ہمارے ذہنوں پر انسان کا یہ تصور غالب آگیا ہے کہ انسان ایک سماجی حیوان ہے اور بس، چونکہ ہم زیادہ سے زیادہ اس بات کے قائل ہوتے جارہے ہیں کہ ہم ایک سماجی حیوان ہیں، اس لئے ہمارے معاملات میں حیوانیت بڑھتی جارہی ہے۔

غیبت کے مزید تین محرکات کو خواتین کے حوالے سے سمجھا اور بیان کیا جاسکتا ہے جن میں غیبت کا رجحان مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے، کائنات کے بنیادی اصول دو ہیں، وحدت اور کثرت، مرد وحدت کی علامت ہے اور عورت کثرت کی علامت، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ زندگی میں مرد کی دلچسپی کلیات یا Fundamentals ہوتی ہے اور عورت کی فطرت جزئیات کی طرف راغب ہوتی ہے؛ لیکن جب جزئیات پسندی منفی قوت بن جاتی ہے تو وہ آسانی کے ساتھ غیبت میں ڈھل جاتی ہے، کیونکہ غیبت نفسیاتی سطح پر بال کی کھال اتارنے، گڑے مردے اکھاڑنے اور ایک برائی کو ایک ہزار برائیوں میں تبدیل کرنے کا عمل ہے، اس تناظر میں دیکھا جائے تو مردوں میں غیبت کا بڑھتا ہوا رجحان اس امر کا ثبوت ہے کہ مردوں کی فطرت میں جزئیات پسندی در آئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کی بہت بڑی تعداد پر نسوانی رجحان کا غلبہ ہوگیا ہے، آسان الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مغرب میں اور اس کے زیر اثر ہمارے یہاں بھی عورتیں مرد بنتی جارہی ہیں، اسی طرح مردوں میں ایک طرح کا عورت پن نمودار ہورہا ہے، مردوں کے مقابلے پر عورتیں زیادہ باتونی ہوتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکیوں میں زبان سیکھنے کی صلاحیت لڑکوں سے زیادہ ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر لڑکیاں لڑکوں سے بہت پہلے بولنے لگتی ہیں؛ لیکن لڑکیوں کی زبان کا سانچہ گہرا نہیں ہوتا، لڑکیوں کی زبان جذبات اور احساسات سے بلند نہیں ہوتی، چنانچہ ان کی زبان میں ایک طرح کی خود کاریت یا Automation پیدا ہو جاتی ہے، اس کے برعکس لڑکے دیر میں زبان سیکھتے ہیں؛ لیکن ان کی زبان کا سانچہ گہرا ہوتا ہے اور اس میں تفکر اور تعقل کی صلاحیت لڑکیوں کے مقابلے زیادہ ہوتی ہے، چنانچہ لڑکوں کی زبان میں خود کاریت یا Automation کم ہوتی ہے، خواتین کی یہی خودکاریت انہیں مردوں کے مقابلے میں غیبت کا زیادہ عادی بناتی ہے؛ لیکن فی زمانہ مردوں کا لسانی سانچہ بھی سطحی اور سرسری ہوتا جارہا ہے اور ان کی زبان بھی جذبات اور احساسات سے زیادہ مغلوب ہورہی ہے اور اس پر شعور کی گرفت کمزور پڑرہی ہے یہی وجہ ہے کہ مردوں کی زبان میں بھی خودکاریت در آئی ہے اور وہ بھی غیبت پیدا کرنیوالی مشین بن گئے ہیں، ہمارے تہذیبی نظام میں مردوں کی فکری اور سماجی کائنات بہت وسیع ہے، اس کے مقابلے خواتین کی فکری اور سماجی زندگی محدود تھی، زندگی کا تجربہ ہے کہ فکر ونظر کی وسعت انسانوں کو بہت سے پست رجحانات سے بلند کردیتی ہے، غیبت بھی ایک ایسا ہی رجحان تھا جس میں کبھی مرد حضرات کم کم ملوث ہوتے تھے، اس کے برعکس خواتین کی محدود زندگی کا جبر انہیں غیبت جیسے رجحانات کی طرف ڈھکیل دیتا تھا اور آج بھی ڈھکیل دیتا ہے؛ لیکن ہمارے زمانے تک آتے آتے صورت حال یہ ہوگئی ہے یہ مردوں کی فکری اور سماجی کائنات بھی سکڑ سمٹ کر رہ گئی ہے، ان کے وقت کا بیشتر حصہ معاشی جدوجہد کی نذر ہوجاتا ہے، اس زندگی کی نہ کوئی فکری جہت ہے نہ نظریاتی بنیاد ہے، اس زندگی میں نہ کوئی اجتماعیت ہے نہ بین الاقوامیت اور آفاقیت، چنانچہ لوگوں کی دلچسپیوں اور ذوق کی سطح بھی انتہائی پست ہوگئی ہے اور انہیں پست چیزوں ہی میں لطف آنے لگا ہے، ان میں ایک پست چیز غیبت ہے جس کی ہماری زندگی میں یہ اہمیت ہے کہ وہ ہمیں منفی معنوں میں لوگوں سے جوڑے رکھتی ہے اور اس کے ذریعے ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا ابھی دوسروں سے تعلق ہے۔

☆☆☆☆☆

خبر ونظر

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

مسجد نبوی کی نئی توسیع

حرم مکی اور حرم مدنی میں عہد بہ عہد توسیع و تزئین کا مرحلہ جاری رہا ہے، جوں جوں حجاج اور زائرین کی تعداد بڑھتی گئی، حرمین شریفین کی توسیع کی گئی، ابھی ایک برس قبل حرم مکی میں زبردست توسیع کی گئی اور اس میں لاکھوں نمازیوں کی گنجائش نکل آئی، وہاں کے بعد ضرورت تھی کہ حرم مدنی میں بھی توسیع کی جائے اور یہاں بھی گنجائش نکالی جائے، چنانچہ خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے سب سے بڑے توسیعی منصوبے کو منظور کرکے اس کا آغاز کردیا اور اس طرح حرم مدنی میں ۱۶ لاکھ نمازیوں کی گنجائش نکل آئے گی اور حجاج وزائرین کو بڑی سہولت فراہم ہوجائے گی۔

مقامی ذرائع ابلاغ کی تفصیلات کے مطابق شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز خادم الحرمین الشریفین کی دیرینہ خواہش پر مسجد نبوی کو مزید وسیع کرنے کا ایسا منصوبہ تیار کرلیا گیا ہے، جس کی تکمیل پر مسجد نبوی میں بیک وقت ۱۶ لاکھ مسلمان نماز ادا کرسکیں گے۔

شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے اس منصوبے کو منظور کرتے ہوئے جلد سے جلد اس کو مکمل کرنے کے احکام جاری کردیئے ہیں، سعودی عرب کے وزیر مالیات ڈاکٹر ابراہیم العساف کے بیان کے مطابق شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کے اس عظیم الشان تاریخی توسیعی منصوبے کو تین مرحلوں میں مکمل کیا جائے گا۔

پہلے مرحلے کی تکمیل پر مسجد نبوی میں بیک وقت ۸ لاکھ مسلمان نماز ادا کرسکیں گے، دوسرے اور تیسرے مرحلے کی تکمیل پر مزید ۸ لاکھ مسلمانوں کے لئے جگہ کی گنجائش نکل آئے گی، وزیر مالیات نے بتلایا کہ مسجد نبوی کی توسیع کا یہ منصوبہ خادم الحرمین الشریفین کے ان منصوبوں کا ایک حصہ ہے جس کے ذریعے وہ حجاج بیت اللہ کو حتی الامکان سہولت کی فراہمی چاہتے ہیں۔

”حرم ابراہیمی“ میں یہودی حکام کے مظالم

فلسطین کی قدیم ترین مساجد میں سے مغربی کنارے کے قدیم تاریخی شہر ’الخلیل‘ میں ابوالانبیاء سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ایک مسجد ابراہیمی بھی ہے، اس مسجد میں جو آثار پائے جاتے ہیں اس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اس کی تعمیر کو ہزاروں برس کا عرصہ بیت چکا ہے، شروع میں یہ مسلمانوں کے ہی قبضے میں تھی اور یہاں نمازیں بھی ادا کی جاتی تھیں، مگر بعد میں صہیونیوں نے اپنا بھی اس مسجد پر دعویٰ کیا اور اس طرح یہ مسجد دو حصوں میں تقسیم ہوگئی، مسجد کے ایک حصے میں یہودی اپنی مذہبی رسومات ادا کرتے ہیں اور دوسرا حصہ نماز کے لئے مختص ہے، ۱۹۹۴ء میں چند انتہا پسند یہودیوں کی جانب سے مسجد کو نذر آتش کرنے کی کوشش کی گئی تھی، جس میں متعدد نمازی شہید اور زخمی ہوگئے تھے، اسی واقعہ کے بعد مسجد کو مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین تقسیم کردیا گیا۔

اس تقسیم کے باوجود مسلمانوں کو صرف عبادت کی ادائیگی کے لیے تفتیش کے بڑے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، اور طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں کہ آہستہ آہستہ مسلمان تنگ آکر اس حصہ کو بھی یہودیوں کے حوالے کردیں۔

فلسطین کے مقبوضہ مغربی کنارے کے شہر ’الخلیل‘ میں مسلمانوں کے تاریخی مذہبی مرکز ”حرم ابراہیمی“ میں خاص عبادات کے مواقع پر قابض یہودی حکام کی جانب سے مظالم اور سختیوں میں اضافہ کردیا جاتا ہے، نام نہاد سیکورٹی کی آڑ میں حرم میں داخل ہونے والے نمازیوں سے شرمناک سلوک روا رکھا جاتا ہے، حرم ابراہیمی میں نمازوں کی ادائیگی کے لئے داخل ہونے والے شہریوں کو کئی مقامات پر تفتیش اور تلاشی کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ حرم کے راستے میں جگہ جگہ واک تھرو گیٹس نصب کئے گئے ہیں، کوئی فلسطینی ان میں سے گزرے بغیر حرم ابراہیمی میں نہیں جاسکتا، ان دروازوں سے گزرتے ہوئے فلسطینیوں کے پاس موجود کوئی بھی دھاتی چیز حتی کہ کرنسی کے سکے، بازو پر بندھی گھڑیاں اور موبائل فون تک قبضے میں لے لئے جاتے ہیں۔

حرم ابراہیمی کے ایک نمازی نے بتایا کہ اسے پانچوں نمازوں کی ادائیگی سے قبل صہیونی حکام کی چیک پوسٹوں اور الیکٹرانک دروازوں سے گزرنا پڑتا ہے، فلسطینی شہری نے خبردار کیا کہ حرم ابراہیمی کے یہودیوں اور مسلمانوں میں بٹوارے کے بعد صہیونی حرم کے بقیہ حصے پر بھی قبضہ کرنے کے مذموم عزائم رکھتے ہیں، اگر مسلمانوں نے زیادہ سے زیادہ اپنی موجودگی کو حرم میں یقینی نہ بنایا تو یہودی حرم کے بقیہ حصے پر بھی قبضہ کرلیں گے۔

حرم ابراہیمی کی دیکھ بھال کی ذمہ دار کمیٹی کے چیئرمین حجازی ابوسنینہ نے کہا کہ مسجد ابراہیمی پر یہودیوں کا قبضہ وقف اسلامی املاک پر ڈاکہ ہے۔ اسرائیل فلسطین میں یہودیوں کی جعلی تاریخ اور تہذیب کو ثابت کرنے کے لیے مسلمانوں کے

مقدس مقامات ومساجد کو "یہودیانے" جیسی مذموم سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ خیال رہے کہ "الخلیل" شہر کی مسجد ابراہیمی فلسطین کی قدیم ترین مساجد میں سے ایک ہے، مسجد ابراہیمی کے گرد موجود قدیم دیواریں دوہزار سال پرانی بتائی جاتی ہیں، فلسطین کے اس تاریخی مقام پر یہودیوں کا بھی اپنی ملکیت کا دعویٰ ہے، یہی وجہ ہے کہ صیہونی حکومت کی جانب سے حرم کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا ہے، ایک حصے میں یہودی مذہبی رسومات ادا کرتے ہیں جبکہ دوسرا حصہ مسلمانوں کے لئے مختص ہے، مسجد میں کم سے کم پانچ ہزار افراد بیک وقت نماز ادا کرسکتے ہیں۔

دو مسلمان بہنوں کا دینی جذبہ، ملکہ برطانیہ کی جانب سے تمغۂ امتیاز

دین اسلام نے خدمت خلق کو بڑا کار خیر بتایا ہے، اس میں پوری انسانیت کی بھلائی مضمر ہے، اس روئے زمین پر بسنے والا انسان خواہ کسی مذہب، کسی علاقہ اور کسی برادری سے تعلق رکھنے والا ہے، اس کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے، اور کہا ہے کہ سارے انسان ایک اللہ کے بندے اور ایک باپ کی اولاد ہیں، اس لیے سب کو ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور خیرخواہی کا معاملہ کرنا چاہیے۔

اور اگر معاشرہ میں کچھ معذور افراد ہوں یا بے سہارا، بیوہ اور یتیم ہوں تو ان کی خدمت اور دیکھ بھال میں بڑا ثواب ہے اور اس کے بدلہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دنیا وآخرت دونوں جگہ نوازتے ہیں، ہمارے اس انسانی معاشرہ میں ایسے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں، اور ایسے افراد موجود ہیں جو خدمت خلق میں بڑی راحت اور سکون محسوس کرتے اور اسی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے ہوئے ہیں۔

ذیل کا واقعہ جس کو ایک عربی مجلہ نے اہتمام سے شائع کیا ہے، سے اندازہ ہوگا کہ قلب اسلام میں نہیں بلکہ دیار غیر میں بھی ایسے باحمیت اہل دین موجود ہیں جو دوسروں کے لیے لائق تقلید ہیں اور وہ بھی یہ واقعہ دو مسلم بہنوں کا ہے جنھوں نے اس سلسلہ میں اپنی دینی واسلامی شناخت کے ساتھ غیروں کو متاثر کیا اور انعام کی مستحق ہوئیں اور اصل انعام تو رب العالمین کے پاس ہے۔

برطانیہ کی ملکہ الزبتھ دوم کی گولڈن جوبلی تقاریب کے موقع پر کینیڈا کی حکومت نے دو مقامی بہنوں رابعہ خضر اور عظمیٰ خان کو ان ۱۶۰۰ افراد کی لسٹ میں شامل کرکے انہیں ملکہ الزبتھ دوم گولڈن جوبلی میڈل کا مستحق قرار دیا، ایک عظیم الشان تقریب میں کہ جس میں حکومت سمیت فوج کے اعلیٰ عہدیدار اور معروف فنکار شامل تھے، ان دونوں بہنوں نے اس تمغہ کو حاصل کرتے ہوئے انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔

واضح رہے کہ ان دونوں مسلمان بہنوں کو ملک کے معذور افراد کی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے پر یہ تمغہ دیا گیا، جبکہ یہ دونوں بہنیں بچپن میں ہی کسی بیماری کے سبب بینائی سے محروم ہوچکی تھی، مگر آنکھوں سے محرومی نے ان کو احساس محرومی میں مبتلا نہیں کیا بلکہ ہمت وحوصلہ، عزم اور ارادے کی پختگی ان میں پیدا کردی۔

ان دونوں بہنوں میں بڑی بہن رابعہ خضر یونیورسٹی ہی میں دوران تعلیم طلباء کی سربراہ بنادی گئی یونیورسٹی سے فراغت کے بعد رابعہ نے حجاب پہننا شروع کردیا اور کہنے لگی کہ جب میں دوسروں کے سامنے بینائی سے محروم فرد کے طور پر اپنا تعارف کرواتی ہوں تو اسلام بھی تو میری شخصیت کا سب سے اہم حصہ ہے، لہٰذا حجاب کے ذریعے میں اپنے تعارف کو یوں مکمل کرتی ہوں کہ میں ایک نابینا مسلمان لڑکی ہوں، اس وقت وہ چار بچوں کی ماں ہے، مگر گھریلو ذمہ داریوں کے باوجود اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ مل کر سارے ملک میں اس نے معذور افراد کے حق میں بھرپور تحریک چلائی، ان کو حقوق دلوانے میں آگے رہیں اور عوام الناس میں معذور افراد کی شخصیت کے مثبت پہلو اجاگر کرنے میں کامیاب رہیں۔

اپنی خدمات پر بطور اعتراف یہ تمغہ حاصل کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کینیڈا میرا ملک ہے جس پر مجھے فخر ہے، ہمارا سلوگن ہے کہ: "فخر کرو کہ تم مسلمان کینیڈین ہو"۔ واضح رہے کہ کینیڈا میں مسلمانوں کا تناسب ۲٫۸ فیصد ہے، حالیہ سروے میں یہاں کے مسلمانوں کی اکثریت نے اپنے کینیڈین ہونے پر فخر کا اظہار کیا ہے نیز ملک کی عام آبادی میں تعلیمی اعتبار سے مسلمان آگے ہیں۔

اس طرح کی کئی مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ مسلمانوں نے ممالک غیر میں رہ کر اسلام کا نام بلند کیا اور خدمت خلق کے ذریعہ وہاں کے باشندوں کا دل جیت لیا۔

غزہ پٹی میں نیا تعلیمی سال

۲۰۰۶ء سے اب تک فلسطینی طلباء کو حصول تعلیم کے لیے مناسب سہولیات نہیں مل پائیں، لیکن اب فلسطین کی وزارت تعلیم نے اس سلسلہ میں نسل نو کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دیا ہے۔

رپورٹ کے مطابق غزہ پٹی میں تقریباً پانچ لاکھ فلسطینی طلباء نے سرکاری اور غیر سرکاری اسکولوں میں اپنے تعلیمی سال کا آغاز کیا اور اس بار فلسطینی حکومت کی طرف سے اس پر سختی سے زور دیا گیا ہے کہ تعلیمی سہولیات میں کسی طرح کی کمی نہ ہونے دیا جائے۔ وزارت تعلیم کے ایک ذمہ دار نے بتایا کہ سرکاری اور غیر سرکاری تمام اسکولوں میں کتابیں مہیا کرادی گئی ہیں۔ واضح رہے کہ اسرائیلی محاصرہ کی وجہ سے فلسطینی طلباء کو ۲۰۰۶ء سے یہ شکایت تھی کہ انہیں تعلیمی سہولیات دستیاب نہیں ہورہی ہیں۔

☆☆☆☆☆

عصر حاضر

مغربی خواتین کی اسلامی طرز زندگی سے رغبت

ادارہ

مغرب نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈے میں گزشتہ چند برس کے دوران اضافہ کیا ہے؛ لیکن حیرت انگیز طور پر نہ صرف دین اسلام کا استحکام برقرار ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ غیر مسلم بھی اسلامی تعلیمات اور طرز زندگی کی پیروی پر آمادہ ہوتے جارہے ہیں، اس کی بڑی مثال مغربی خواتین کے طور طریقوں میں آنے والی تبدیلی ہے، اس حوالے سے ایک رپورٹ پیش ہے۔

اسلام دین کامل ہے اور زندگی کے ہر پہلو کے حوالے سے مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے، کھانا پینا، پہننا اوڑھنا، انسانوں سے سلوک، رشتوں کا احترام واہمیت، حقوق فرائض، معاش ومعاشرہ، حکومت، انصاف، مساوات ورواداری اور صبر وتحمل ایسے امور ہیں، جن کے حوالے سے اسلام نے واضح تعلیمات واحکام بنی نوع انسان تک پہنچائے ہیں، اسلامی تعلیمات کی پیروی کی بدولت ہی انسان برائی اور تباہی سے خود کو بچاکر ایک پرسکون اور خوشحال زندگی گزار پاتا ہے، یہ برائی اور تباہی زندگی کے ہر میدان میں امن پھیلائے کھڑی ہے، معاملہ اہل خانہ سے تعلقات کا ہو یا کاروبار میں لین دین کا، تعلیمی میدان کا ہو یا سیاست کا، حقوق وفرائض کا ہو یا پھر معاشرتی رویوں کا، انسان جہاں برائی کی چمک میں گرفتار ہوتا ہے، وہیں اپنے لئے تباہی کے دروازے کھول لیتا ہے، غلط راستے اسے کس طرح تباہ کررہے ہوتے ہیں، اس بات کا احساس اسے بہت دور نکل جانے پر ہوتا ہے، تاہم ان راہوں پر چلتے چلتے جو شخص احساس کی نعمت سے فائدہ اٹھالیتا ہے، وہ فوراً راستہ بدل کر خود کو تباہی سے بچانے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔

اس وقت ہمارے معاشرے میں غیر ملکی ثقافتوں کے اثرات بری طرح جڑ پکڑتے جارہے ہیں، ان نقصانات کی سب سے زیادہ ذمہ داری میڈیا اور ٹکنالوجی کی سہولیات پر آتی ہے، جو نئی نسل کے ذہن کو غیر معاشروں اور غیر ثقافتوں کی طرف راغب کررہے ہیں، حالانکہ ہم جس معاشرے کا حصہ ہیں وہ ہر طرح سے ہمیں گمراہی اور بے گانگی سے بچاتا ہے، اس حقیقت کا اعتراف غیر ممالک بھی کررہے ہیں، نہ صرف یہ بلکہ وہ اسلامی ثقافت کو اپنانے پر فخر بھی کرتے ہیں۔

برطانوی خواتین میں اسلامی طور طریقوں سے رغبت ایک بہت ہی خوش آئند پیش رفت ہے، ہمارے ہاں تو خواتین مغربی آزادانہ ماحول اور تصورات کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے معاشرے کو پسماندہ ثابت کرنے پر تلی نظر آتی ہیں کہ مادر پدر آزادی ان کے لئے اذیت سے کم نہیں، برطانوی اور امریکی خواتین میں سعودی خواتین کے طرز زندگی اپنانے کا رجحان بڑھ رہا ہے، سعودی خواتین سے ملاقات کرنے والی مغربی خواتین ان کے طرز زندگی اور بچوں کی دیکھ بھال اور شوہر اور دیگر اہل خانہ کے ساتھ معاملات سے بہت متاثر ہوتی ہیں، خاص طور پر مغربی خواتین جن کا خاندانی پس منظر مسلم گھرانوں اور مسلم ممالک سے ملتا ہے، مغربی ممالک میں مقیم مسلم خواتین میں اسکارف اور نقاب کا رجحان تو عرصہ دراز سے بڑھا ہے اور اب وہ مغرب کے روایتی طرز زندگی سے بیزار ہوکر اسلامی طور طریقوں کی طرف لوٹ آئی ہیں، ایک امریکی نژاد برطانوی خاتون سعودی خواتین کے طرز زندگی پر رشک کرتے ہوئے کہتی ہے، مجھے جن خواتین کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ان میں سعودی نژاد خواتین بھی تھیں، مجھے بہت اچھا لگا کہ وہ اپنے بچوں کی حیرت انگیز طور پر دلجمعی سے دیکھ بھال کرتی ہیں، بچوں کی اس انداز میں پرورش کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ بھی ماں سے بے حد محبت کرتے ہیں۔

امریکی خواتین اس حقیقت کا اعتراف کرنے لگی ہیں کہ ان کی زندگی روبوٹ طرز کی ہوکر رہ گئی ہے، اسکول سے لے کر عملی زندگی تک وہ صرف اپنی ذات تک محدود رہتی ہیں، حتی کہ سماجی زندگی میں بھی اجتماعیت کا عنصر مفقود ہوتا ہے، اس کے مقابلے میں اسلامی ممالک میں رہنے والی خواتین کا طرز زندگی انہیں جاذب نظر معلوم ہوتا ہے جو اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر چلتی ہیں، ان کے ذاتی معاملات میں بھی ان کی ذات کے علاوہ ان کے اپنے شامل ہوتے ہیں، اس لئے وہ بیگانگی سے محفوظ رہتی ہیں، سعودی ممالک میں جانے والے امریکی برطانوی نژاد خواتین اس بات پر خوشی محسوس کرتی ہیں کہ وہ ایسے ممالک میں رہائش پذیر ہیں کہ جہاں خواتین کے لیے اعلیٰ کوالٹی کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے......... (بقیہ صفحہ ۲۷ پر)

دین برحق

ایک عالمی شہرت یافتہ مصور کا قبول اسلام

عربی سے ترجمہ: وصی احمد

عالمی شہرت یافتہ آرٹسٹ الفونس ایتان دینیہ ۱۸۶۱ء میں پیرس میں پیدا ہوئے، ان کے والد ایک مشہور وکیل تھے اور خود والدہ ایک معروف وکیل کی بیٹی تھی۔ الفونس کی ذہانت وفطانت اور غیر معمولی ذہنی صلاحیتیں اسی وقت سے ظاہر ہونے لگی تھیں جب وہ کم سن اور ثانوی درجہ کے طالب علم تھے، ان کی فطری صلاحیت کو دیکھتے ہوئے انہیں پیرس کے ایک آرٹ اسکول میں داخل کرایا گیا، اس طرح ان کی تعلیم وتربیت وقت کے مشہور آرٹسٹوں کی اتالیقی میں ہوئی۔

انہوں نے اپنے فن کا باقاعدہ آغاز ”الام کلوحید“ کی تصویر سے کیا، جس کی پیرس کی ایک نمائش میں خوب پذیرائی ہوئی، اس کے ایک سال بعد ایک دوسری تصویر ”معجزة ناموا“ تخلیق کی جس میں انہیں بطور انعام کے ایک اعزازی پلیٹ اور الجزائر کی قلیل مدت سیاحت کی دعوت ملی، اسی طرح ۱۸۸۴ء میں ”قصر الصناعة“ تمغہ حاصل کیا، اور الجزائر کی طویل المدت سیاحت کا موقع ملا، الفونس کا یہ دورہ ضلالت وگمراہی اور کفر وشرک کے دلدل سے ایمان ویقین اور ہدایت وروشنی کی طرف آنے کا سبب بنا۔

الجزائر میں

۱۸۸۹ء میں پیرس کی ایک عالمی نمائش میں ”سلور میڈل“ حاصل کرنے کے بعد پہلی مرتبہ الفونس دینیہ نے الجزائر کا سفر کیا جس میں خاص طور سے بوسعادہ شہر قابل ذکر ہے، جو دار الحکومت سے ۲۴۳ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، اس سال الجزائر کو فرانسیسی استعماریت کے شکنجہ میں آئے ہوئے ۵۹ سال ہونے جا رہے تھے، جس کی ابتداء ۱۸۳۰ء سے ہوتی ہے اور جس نے پورے الجزائر میں لوٹ مار، شر وفساد اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا، جب الفونس بوسعادہ شہر آئے تو ان کی ملاقات شہر کے ایک شریف الطبع نوجوان سلیمان ابراہیم باعم سے ہوئی، جو فرانسیسی زبان اچھی طرح سے جانتا تھا، اسی وجہ سے دونوں کے مابین بہت جلد خوشگوار اور دوستانہ تعلق قائم ہوگیا، سلیمان موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے دوست الفونس کو جزائری لہجہ میں عربی زبان سکھاتا رہا اور اہل جزائر کے شب وروز، اخلاق وعادات اور رسم ورواج کا دھیرے دھیرے تعارف بھی کراتا رہا، اس طرح الجزائر اور خاص طور سے بوسعادہ کی محبت اس کے دل ودماغ میں بس گئی اور ۱۹۰۴ء میں گھر بنا کر یہیں مستقل سکونت پذیر ہوگئے۔

قبول اسلام

الفونس بوسعادہ شہر میں چار دہائی تک قیام پذیر رہے اور یہاں کے لوگوں کے عمدہ خصائل وعادات اور رسم ورواج میں ڈھل گئے، اسی دوران وہ یہ بھی دیکھتے رہے کہ یہ خصوصیتیں دراصل اسلامی اصول ومبادی سے ماخوذ ہیں، چنانچہ وہ اسلامیات کے گہرے مطالعہ کے لئے یکسو اور سنجیدہ ہوگئے، اتفاق سے ان کے دوست سلیمان بھی عمدہ اخلاق وخصوصیات سے بہرہ مند تھے، جب اسلام کے اخلاقی محاسن، اعلیٰ خصوصیات اور ہمدردانہ وعادلانہ اصول کی روح ان میں بس گئی تب انہوں نے قبول اسلام کا قطعی فیصلہ کیا اور الجزائر کے مفتی صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور الفونس سے ناصر الدین دینیہ ہوگئے، قبول اسلام کے بعد انہوں نے اپنا یہ مشہور جملہ کہا: میں نے اسلام کوئی اچانک اور جذبات میں قبول نہیں کیا ہے، بلکہ تمام مذاہب کے گہرے مطالعہ اور سمجھ کے بعد ایسا کیا ہے۔

فریموں پر عکس ایمانی

الفونس کے قبول اسلام نے ان کے فنی فریموں پر جزائر کے عائلی تعلقات کا ایمانی عکس ڈالنا شروع کردیا، صلاۃ الفجر کے عنوان سے ایک فریم میں انہوں نے منظر دکھایا ہے کہ باپ دادا اور پوتا سب ایک صف میں بحالت تکبیر ہاتھ باندھے کھڑے ہیں، اسی طرح سرزمین مقدس کی زیارت سے قبل اس کی زیارت کے مشتاق تھے، اسی عشق ومستی میں انہوں نے دو فریم مکہ مکرمہ میں کعبہ کے سایہ میں نماز اور مکہ مکرمہ کا عمومی سماں کے عنوان سے تیار کیا، یہ دونوں فریم آج بھی الجمعية القومية للفنون الجميلة میں محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

محمد عربیؐ سے عشق ومحبت اور شوق زیارت

ناصر الدین دینیہ نے جب سیرت النبی کا مطالعہ کیا تب وہ بے انتہا متاثر ہوئے، انہوں نے اپنے اس تاثر کو ”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ نامی اپنی تصنیف میں قلم بند کیا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت حد درجہ کو پہونچ گئی تھی اور وہ ہمیشہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کے منتظر ومشتاق رہتے تھے، باوجودیکہ انہیں یورپی نومسلم ہونے کی نسبت عدم اعتماد کی وجہ سے حرم مکی داخل ہونے کی مشکلات درپیش تھیں، اس کے باوجود انہوں نے اللہ تعالی پر اعتماد وبھروسہ کیا۔

وہ فرط محبت اور وفور شوق سے کہتے تھے کہ اے اللہ! یہ خواب کب شرمندہ تعبیر ہوگا؟ فریضۂ حج کب نصیب ہوگا؟ دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی اس فریاد کو اللہ تعالی نے سن لیا، اور بالآخر حکومت سعودیہ عربیہ نے ان کے اخلاق، طرز وعادات اور حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ووارفتگی اور فدائیت وجاں نثاری کو دیکھتے ہوئے بیت اللہ شریف میں داخلہ کی اجازت دے دی۔

ناصر الدین اپنی کتاب ”حج بیت اللہ“ جس میں اس سفر کی ساری تفصیل موجود ہے، لکھتے ہیں جب صبح نمودار ہوئی تو ہمیں لگتا کہ آج کوئی نئی خوشخبری ملنے والی ہے کہ اچانک محمد حسینی معلم الحجاج خوشی ومسرت سے لبریز ایک ایسی خوشخبری لے کر آئے جس کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا، وہ خوشخبری کیا تھی، بازوئے شوق پر جلد سے جلد ارض مقدس پرواز کر جانے کی نوید جاں فزا تھی۔

خارجی امور کے وزیر اور امور حج کے قائم مقام نگراں محترم فواد ہادی کی ذاتی کوشش ودلچسپی سے ہمیں یہ خوش کن پیغام موصول ہوا اور اس کے فوراً بعد نائب کونسلیٹ جناب جولت سے ہم رخصت ہونے کے لئے کھڑے ہوئے، (جو ہماری پریشانی اور اضطراب میں برابر شریک رہے اور اب ایک سچے اور مخلص دوست کے طور پر خوشی میں بھی شریک ہیں)۔

خواب گاہ رسول کی زیارت کے شوق میں ناصر الدین کے اندر عجیب وغریب مستی اور کیف وسرور پیدا ہو رہا تھا، ایسا سرور کہ اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا، وہ کہتے ہیں جس وقت اس روضہ کی سنہری جالی کے عقب میں آرام فرما سب سے عظیم ہستی کے بارے میں تصور کرتا ہوں تو ایک عجیب وغریب رعب وسکینت اور احساس ووجدان میرے اوپر طاری ہو جاتا ہے اور اس مقدس زمین سے روانگی کے وقت اپنی کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں، جب ہم مدینۃ الرسول سے رخت سفر باندھ رہے تھے تو یہ سوچ رہے تھے کہ اس ارض مقدس کا دیدار پھر نصیب میں ہے کہ نہیں۔

لیکن ہم اپنے چشم تصور میں دو ایسے خوشنما اور دلفریب منظر اپنے ساتھ لائے ہیں جو ذہن کے پردے سے کبھی محو نہیں ہو سکتے: ایک سبز گنبد کا دلکش اور پرفریب منظر جو آسمان کے ستاروں کی طرح اپنی کرنیں بکھیر رہا تھا اور رسول اس میں محو آرام تھے، اور دوسرا انوکھا اور دلفریب منظر روضۂ مقدسہ کی سنہری جالی کا تھا جس پر قرآنی آیات موتیوں کی طرح نقش تھے۔

وصیت

ناصر الدین اپنی وفات سے قبل یہ وصیت لکھ گئے تھے، جس کا متن مندرجہ ذیل ہے:

”میری تجہیز وتکفین اسلامی طور طریقہ پر ہونی چاہئے، اس لئے کہ میں نے چند سال قبل اسلام قبول کرلیا ہے، مجھے بوسعادہ کے کسی قبرستان میں دفنایا جائے۔ اگر خدانخواستہ میری موت کہیں اور ہو جائے تو میرا جنازہ بوسعادہ شہر لایا جائے اور اس کے اخراجات میرے ترکہ میں سے لئے جائیں“۔

وفات

حاجی ناصر الدین ارض مقدس سے واپسی کے بعد پیرس چلے گئے اور اپنے سفر حج کی روداد کتابی شکل میں تفصیل سے ترتیب دینے میں مشغول ہوگئے، ابھی یہ پایہ تکمیل کو بھی نہیں پہونچی تھی کہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو پیام اجل آپہونچا اور مالک حقیقی سے جا ملے، وصیت کے مطابق لاش بوسعادہ لائی گئی اور وہیں اپنے دوست سلیمان کے پہلو میں ۱ر جنوری ۱۹۳۰ء کو سپرد خاک کئے گئے۔

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۵ کا)...... یہ خواتین اسلام اور اپنے میزبان ملک کے حوالے سے معلومات حاصل کرکے خوشی محسوس کرتی ہیں۔

ان خواتین کا مجموعی خیال یہی ہے کہ مغربی معاشرے میں رہتے ہوئے وہ بہت سی باتوں سے محروم رہی تھیں، اگرچہ مغربی آزادانہ طرز زندگی کا ڈھنڈورا ہر طرف پیٹا جاتا ہے، لیکن مغرب میں رہنے والی خواتین کو ہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آزادی خود ان کے لئے کس قدر اذیت کا باعث ہوتی ہے خاص طور پر ازدواجی زندگی کے معاملات میں جہاں خواتین کو نہ تو تحفظ اور نہ ہی وفاداری کی کوئی ضمانت ملتی ہے، سعودی ممالک میں رہنے والی مغربی نژاد خواتین کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے کردار واطوار سے خود کو سعودی شہری ہونے کا ثبوت دیں، وہ ان امور کے حوالے سے زیادہ سنجیدہ ہوتی ہیں جن کا تعلق اسلامی احکامات سے ہوتا ہے، بول چال، لباس، رہن سہن اور روابط کے حوالے سے بہت محتاط رہتی ہیں، یوں لگتا ہے کہ وہ اپنے کو سعودی خواتین سے زیادہ سعودی ثابت کرنا چاہتی ہیں، حجاب اور نقاب کے استعمال پر فخر محسوس کرتی ہیں حتی کہ انہیں اپنے مغربی ممالک سے تعلق پر شرمندگی محسوس ہوتی ہے، ان کے لئے یہی فخر کی بات ہے کہ وہ سعودی ممالک میں رہائش پذیر ہیں اور یہاں کی ثقافت کو اپناتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

نکہت ونور

خانۂ خدا سے دیار حبیب میں

محمود حسن حسنی ندوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے دنیا میں انسانیت کی صبح صادق طلوع ہوئی ۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
وہ سب پود انھیں کی لگائی ہوئی ہے

یہی بہار جسے شاعر نے باد بہاری سے تعبیر کیا ہے، مکہ سے چلی اور مدینہ کو پرنور کردیا ۔

چلی صحن کعبہ سے باد بہاری
مدینہ کو جاتی ہے گل کی سواری

مدینہ منورہ کی طرف

مکہ مکرمہ کا آج آخری دن ہے، رات مدینہ منورہ میں گذرنے کی امید ہے، مکہ کے اعمال طواف، سعی، حلق اوردعاء و استغفار، انسان کی روحانی دھلائی کرتے ہیں، وہیں یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ یادیں، دین کی خاطر آپ کا سخت تکلیف اٹھانا، اوریہیں سے آپ کا اسراء، جس کو اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں بیان کیا: ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾.

آپ ﷺ کے خلاف سازش رچی جانا اور پھر ہجرت کا واقعہ، غار حراء جہاں قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا، وحی کا آغاز ہوا، نبوت ملی اور آپ ﷺ کی جائے ولادت بقعہ نور بنی اور وہاں سے چاردانگ عالم میں نور پھیلا اور شعب ابی طالب جہاں سخت محاصرہ ہوا، کھانے کے اشیاء پہونچنے کے سارے راستے دشمنوں نے آل ہاشم کے لئے مسدود کردیئے تھے، یہ سب مکانات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق پیدانہ کرائیں گے تو پھر کون سے مقامات پیدا کرائیں گے۔

بدھ ۲۹ر شعبان ۱۴۳۳ھ/۲۰ر جون ۲۰۱۲ء کو مدینہ طیبہ حاضری کا پروگرام بن گیا، بعد میں طائف کے نظام کی بات آئی اور پھر ٹھہرنے کی بھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر جانا ہے، پھر اب کوئی اور آواز کیسے سنی جاسکتی تھی: ﴿اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ﴾ اور وہ سرزمین طیبہ جس سے آسمان بھی جھک کر ملتے ہیں، ذہن اس کے لئے تیار اور دل ودماغ اسی کے لئے بے قرار کہ کس طرح یہ قافلہ اپنے شوق کے پروں پر اڑتا ہوا دیار حبیب کی طرف چل پڑے، محبت اور وفا کی کشش کھینچ رہی ہے، سفر دارالہجرت کے لئے ہجرت کا راستہ طے پایا، پھر یہ کیسے ہوتا کہ پہلے مسافر ہجرت کا نقشہ نہ گھومے جس کا ناقہ اسی راستے سے گیا تھا اور اس نے اس راستہ کو اپنی برکتوں اور انوار سے بھردیا تھا، میرا طواف پورا ہوا، ادھر ان کا ناقہ پہونچا، وہ ناقہ نہیں جو سرزمین عرب کی پہچان ہے، وہ ناقہ جو مغرب کی ایجاد اور جس کی غذا ڈیزل اور پٹرول ہے۔

مدرسہ صولتیہ میں

اس بار صولتیہ جانا رہ گیا تھا، معلوم ہوا کہ کل ناظم مدرسہ صولتیہ مولانا حشیم عثمانی کے دوسرے بیٹے ہشام کا ولیمہ بھی ہے، اور اسی لئے ہشام کے نانا حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی اور ماموں مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی اور چھوٹے ماموں مولانا بدرالحسن بھی یہاں ہیں، مولانا حشیم اوران کے بھائی مولانا رحمت اللہ زعیم نے عصرانہ کیا اور آئندہ کل کے ولیمہ کی کسر نہ چھوڑی، لیکن اس سے بڑھ کر غذا حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی کی خدمت میں چند لمحات رہنا تھا۔

حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہم بقیۃ السلف ہیں اور ہمارے علماء ومشائخ میں سب سے بزرگ سن، تبلیغی جماعت کے سرپرست اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے اب جو دو چار خلیفہ رہ گئے ہیں، ان میں ایک ان کی بڑی بہن سے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کا نکاح ہوا تھا، جو حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی والدہ تھیں، دوسری بہن حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی اہلیہ محترمہ تھیں، مولانا بہت مریض ہیں، لیکن یہ ان کی ایمانی وروحانی طاقت اور عالی حوصلگی ہے کہ حرمین شریفین کا سفر کیا، معلوم ہوا کہ عمرہ وطواف میں بھی پورے مستعد رہے، اسی طرح مدینہ طیبہ کے قیام میں خاصی دیر دیر تک جالیوں کے پاس رہے، دیر تک کھڑے رہے، آپ کی عمر کا خیال محافظین کو آیا، آپ کی کرامت کہیں، آپ کو بارگاہ نبوی میں نذرانۂ عقیدت ومحبت پیش کرنے کا خوب موقع ملا، مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی نے بتایا کہ پون گھنٹے تک وہاں پر رہے اور کسی نے کچھ نہیں کہا، اسی طرح ریاض الجنۃ میں بھی اچھا موقع ملا۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی اور ہم سب لوگ تھوڑی دیر آپ کی صحبت میں رہے، یہاں سے رخصت ہوکر منیٰ کی طرف گئے، حضرت مولانا کی خواہش تھی کہ نئی تبدیلیاں دیکھیں۔

مشاعر مقدسہ کی زیارت

منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں ریلوے کا نظام شروع ہوگیا ہے اور جمرات کو کئی منزلہ کرکے اس کی چوتھی منزل کو ریلوے سے جوڑ کر بڑی سہولت پیدا کردی گئی ہے، ہم میں سے بعض لوگوں کو حج کے موسم میں اس سہولت سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا، مولوی طلحہ ندوی نے چاہا کہ مغرب سے پہلے پہلے دن کی روشنی میں دکھادیں، جبل رحمت جس پر چڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا خطاب فرمایا تھا، بھائی عبداللطیف ساعاتی کے ساتھ شاہد حسین صاحب، نظار ندوی اور ہم دوپہر کو دیکھ آئے۔ اہل دل کہتے ہیں کہ عرفات کی زیارت وہ کرے جس نے حج کی سعادت حاصل کرلی ہو، یہ راستہ طائف کو جاتا ہے، لیکن اب مدینہ کا عزم تھا اور ذہن اسی کے لئے یکسو تھا، وہاں سے پھر مدینہ طیبہ کا رخ کرلیا، لیکن اس کے لئے شہر مکہ سے گذرنا پڑا، مغرب کی نماز یہیں ایک بڑی مسجد میں ادا کی اور عشاء کی نماز موٴخر کرکے آگے راستہ میں پڑھی اور ایک مقام پر عشائیہ تناول کیا گیا، مچھلی اور چاول کا یہ کھانا مدینہ کے راستہ کا معروف کھانا ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں سے سمندر زیادہ دور نہیں ہے۔

دارالہجرت میں

مدینہ منورہ پہونچے، طیبہ کا سفر مبارک ہو، علی صاحبها ألف ألف تحية وسلام، طيبها الله ونورها وقدسها، موٴذن نے مرحبا کہا، پہلے قبا استقبال کرتا ہے پھر دارالہجرت مرحبا کہتا ہے ۔

موذن مرحبا بر وقت بولا
تیری آواز مکے اور مدینے

یہاں پہونچتے ہی اس کی حلاوت ملی، حق تو یہ تھا کہ سواری سے اتر جاتے اور بہ ادب پاپیادہ چلتے، مگر حضرت مولانا اور مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی پر سفر کا تکان بہت تھا، یہ عمر کا تقاضہ ہے ورنہ ان حضرات نے یہاں پہلے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں، ہم لوگ اپنی جوانی میں بھی اس مشقت کا تحمل نہیں رکھتے، امام نوویؒ نے آداب زیارت مدینہ میں لکھا ہے کہ سفر مدینہ میں درود شریف کی کثرت رہے، حدود مدینہ میں داخل ہوکر اس کا اور اہتمام ہو اور جب مسجد نبوی کے منارے نظر آئیں تو درود شریف کی اور کثرت کی جائے اور ذرا بھی غفلت نہ برتی جائے، سبھی کی زبان پر درود شریف تھا اور سب کا حال اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کررہا تھا کہ اس نے اپنی کریمی سے اپنے حبیب خاتم الانبیاء ﷺ کے دیار پہونچادیا۔

انجینئر عبدالرشید صاحب حیدر آبادی کے یہاں قیام طے تھا، ان کے محلہ کی مسجد میں نماز شروع ہوچکی تھی، ہم میں سے بعض کو جماعت مل گئی اور بعض نے دوسری جماعت کی۔

روضۂ اقدس کی حاضری اور مدینہ منورہ کا قیام

روضہ اقدس پر حاضری کے کچھ آداب ہیں، مسجد نبوی میں داخلہ کی کچھ سنتیں اور مستحبات ہیں۔

وضو کرکے خوشبو لگا کر، بہتر تو یہ ہے کہ اچھی طرح نہادھوکر حاضر ہوا جائے، اپنے مقام سے چلے درود شریف پڑھتا ہوا اور استغفار کرتا ہوا، استغفار سے دل کا زنگ دور ہوتا ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہاں تو علماء نے اس سے بھی استدلال کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ [سورہ نساء/۶۴] اور کچھ صدقہ خیرات بھی کردے، جس کا وہ متحمل ہو، باب السلام سے مسجد نبوی میں داخل ہو، تعوذ پڑھے، بسم اللہ کہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ۔۔۔۔۔۔سلام بھیجے، اور دعا کرے: "اللّٰهم افتح لي أبواب رحمتك"۔ مواجہ شریف پر زیادہ رکنے نہیں دیا جائے گا گویا مرور ہوگا، جو ہو اس کو غنیمت جانے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور باب جبرئیل سے نکلے، ہر قسم کی تکرار اور بحث سے بچے، آواز پست رکھے، یہاں اسی کا امتحان ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی ......﴾ اور اس کی برعکس صورت میں اس خطرہ سے غافل نہ رہے کہ: ﴿اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے مواجہ شریف پر حاضری کے وقت خود اپنے کو جو خطاب کیا ہے، اس سے بڑھ کر کیا خطاب ہوگا، وہ کہتے ہیں ۔

آہستہ قدم، نیچی نگاہ، پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روح رسول عربی ہے
اے زائر بیت نبی یاد رہے یہ
بے قاعدہ جنبش لب یہاں بے ادبی ہے

ہم سب لوگ جمعرات کا دن گذار کر حرم نبوی میں مغرب کی نماز کے کچھ دیر بعد دربار نبوی میں غلامان رسول کی قطار میں لگ گئے ، ہم جیسے گنہگاروں کا نصیب جاگا کہ ہم میں وہ غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی نبوی مشن اور کار رسالت کو تقویت پہونچانے اور زندگی میں نبوی سادگی کو اختیار کرنے کی کوشش کی اور حب نبوی کا شمہ انہوں نے پالیا، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے پہلو بہ پہلو مولوی سید سحبان ندوی رہے، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی اور

مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی کے ساتھ یہ گنہگار لگا رہا اور نسیم اعظمی ندوی، جناب طارق حسن عسکری، جناب عزیز احمد حسنی (کراچی) ساتھ ساتھ تھے، اور رہبری کر رہے تھے، یہ تینوں مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں، مولوی طلحہ ندوی، مولوی نظار الاسلام ندوی آگے آگے تھے تاکہ ہجوم میں ایک دوسرے کو اذیت پہونچنے سے بچا سکیں، عبید اللہ اسحاق بھٹکلی اور حاجی شاہد حسین صاحب بھی نیاز مندانہ حاضری دے رہے تھے، جالیوں کے قریب پہونچے، "السلام عليك يارسول الله، السلام عليك ياحبيب الله، السلام عليك حامل لواء الحمد يوم اللقاء، السلام عليك ياشفيع المذنبين، السلام عليك ياسيد الأولين والآخرين، اشهد انك بلغت الرسالة وأديت الأمانة ونصحت الأمة".

جس کو جتنا موقع ملا، اس نے اپنے جذبات عقیدت ومحبت اسی طرح ظاہر کئے اور آپ کے دونوں رفیقوں اور دین کے سب سے بڑے معاونوں صدیق اکبرؓ وفاروق اعظمؓ کو آگے بڑھ کر نذرانہ سلام پیش کیا۔

اور درود وسلام بھیجا آپؐ کے ساتھ آپ کی آل پر، آپؐ کی ازواج وذریات پر، آپؐ کے اصحاب و اخلاف اور اتباع پر اور سارے انبیاء اور مرسلین اور اولیاء واصفیاء اور سبھی مومنین پر۔

"اللّٰهم صل على عبدك و رسولك سيدنا محمد وعلىٰ آله وأزواجه وذرياته وأصحابه و أتباعه وسائر الأنبياء والمرسلين وعلى جميع المؤمنين والمؤمنات الىٰ يوم الدين".

سلام مواجہ کی طرف رخ کر کے پڑھا، اس موقع پر دعا کا بھی یہی طریقہ علماء نے بیان کیا ہے، لیکن اس خطرہ کے سد باب کے لئے کہ جہلاء یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ اللہ کو چھوڑ کر رسول سے مانگا جا رہا ہے، منتظمین قبلہ رخ ہونے پر اصرار کرتے ہیں، چونکہ نیت اچھی ہے، اس لئے الجھنا نہیں چاہئے۔

دعا اللہ تعالیٰ سے ہی ہر حال میں کی جائے، اللہ تعالیٰ کا یہ مطالبہ اپنے بندوں سے ہے: ﴿إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ اور یہ کہ ﴿ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ اور رسول اللہ ﷺ نے صاف صاف فرمایا:

تم میں سے جس کو جو مانگنا ہو اپنے رب سے مانگے حتی کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حدیث شریف میں یوں آیا ہے:

"ليسأل أحدكم ربه حاجته كلها حتى يسأل شسع نعليه اذا انقطع". [جامع ترمذی]

اللہ تعالیٰ نے بارگاہ سید کونین میں حاضری نصیب کی، یہ اس کی کریمی ہے ورنہ میں تو اس قابل نہ تھا، حضرت سید شاہ نفیس الحسینی رحمہ اللہ نے بہت خوب کہا ہے ؎

بارگاہ سید کونین میں آکر نفیسؔ
سوچتا ہوں کیسے آیا میں تو اس قابل نہ تھا

اسی کو انہوں نے اپنے کیف وسرور میں اس طرح بھی بیان کیا ہے ؎

تیری رحمت تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب
گنبد خضراء کا سایہ میں تو اس قابل نہ تھا
میں نے جو دیکھا سو دیکھا جلوہ گاہ قدس میں
میں نے جو پایا سو پایا میں تو اس قابل نہ تھا

مواجہ شریف پر بار بار حاضری ہمارے مشائخ ادب کے خلاف سمجھتے ہیں اور اس کی ہمت نہیں کرتے، بزرگوں کا حال اور ذوق اس میں الگ الگ رہا ہے، پوری مسجد نبوی میں جہاں سے بھی سلام پیش کیا جا رہا ہے اور جس کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے اسی طرح ہے جیسے مواجہ شریف کے پاس کھڑے ہو کر پیش کیا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اقدام عالیہ پر بیٹھتے تھے اور وہاں سے ہی صلوٰۃ و سلام پیش کرتے تھے، مولوی نسیم ندوی جنہیں مدینہ منورہ کا اقامہ مل گیا ہے، رات کے ایک حصہ میں اقدام عالیہ پر مجھے لے گئے، جالیوں سے ایک لال پٹی نظر آرہی تھی جو اس کی نشاندہی کرتی ہے کہ یہ اقدام عالیہ کی سمت ہے، یہاں کسی حد تک اطمینان سے وقت مل جاتا ہے اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ جو انوار وہاں سے نکل رہے ہیں وہ پہلے یہاں کے ذرہ ذرہ کو منور کر رہے ہیں اور پھر عالم کو منور کر رہے ہیں ؎

بلغ العلىٰ بكماله كشف الدجى بجماله
حسنت جميع خصاله صلوا عليه وآله

ایک بار میں مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کے ساتھ صفہ کی طرف سے داخل ہوا، صفہ پر دیر تک بیٹھنا نصیب ہوا، اور وہیں سے آگے بڑھ کر کہ کسی کو تکلیف نہ پہونچے، ریاض الجنۃ کی طرف بڑھے، بھیڑ چھٹ چکی تھی، مولانا بہت شکر گذار ہوئے اور ریاض الجنۃ میں نماز ادا کرنے اور دعا مانگنے کا اچھا موقع مل گیا۔

ایک مسرت کی بات یہ پیش آئی کہ ایک روز حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کو قرآن مجید سے متعلق اپنی کتاب کی تکمیل کا اس دیار اقدس میں خیال آیا، اور اس کی بہتر شکل یہ تھی کہ اس کتاب کا مقدمہ یہاں تحریر کر دیا جائے۔ انجینئر عبد الرشید صاحب حیدر آبادی کے مکان میں حضرت مولانا نے اس کو املا کرایا۔

میں حضرت مولانا کا منشا پا کر ان کی اجازت سے مقدمہ لے کر ریاض الجنۃ پہونچ گیا کہ جنت کے حصہ میں یہ مبارک کام انجام پائے، وہاں ایک ستون کے پاس جو ستون عائشہ کے پیچھے تھا، بیٹھ گیا اور عصر بعد یہ خدمت انجام دینے کی سعادت حاصل کی، مغرب بعد جمعرات کی شب میں حضرت مولانا مدظلہ کو مسجد نبوی کے حضرت عمر بن الخطابؓ کے توسیع والے حصے میں اندر آگے کی صفوں میں پیش کیا کچھ اس میں انہوں نے اضافہ کیا اور پھر اپنی دستخط فرمائی، گویا کہ قرآن مجید سے متعلق کتاب کو نزول قرآن کی جگہ کا انتظار تھا، اس کے بعد پھر آخری سلام پیش کرنے کے لئے مواجہ شریف پر حاضری دی اور دعا کی کہ اے اللہ! اس زیارت کو آخری زیارت نہ فرما، بار بار حاضری کی توفیق عطا فرما اور اس حاضری کو قبول فرما اور بقول حفیظؔ ؎

حفیظؔ بے نوا بھی ہے گدائے دامن دولت
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی
تیرا در ہو، مرا سر ہو، مرا دل ہو، ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

اہل مدینہ کی چند یادیں

جناب طارق حسن عسکری کا ذکر سب سے پہلے کیا جائے، وہ ٹیلی فون کے انجینئر کی حیثیت سے مدینہ پاک آئے تھے، اس خدمت کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی بڑی خدمت کی اور حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کو ان کی حاضری کے موقعوں پر بڑی راحت پہونچائی، ریٹائر ہوئے تو حرم مدنی کے مدرسہ میں داخلہ لے کر اب عالمیت کا کورس بھی پورا کر لیا، اور سند یافتہ عالم دین ہو گئے، مکہ مکرمہ میں ساتھ رہے، وہاں سے مدینہ طیبہ ساتھ آئے، ایک بار اپنے مکان میں حضرت مولانا اور ان کے رفقاء کی ناشتہ کی دعوت کی، حضرت مولانا کے مجاز بیعت وارشاد بھی ہیں، ان کے ساتھ مولوی طلحہ لکھنوی بھی بار بار آتے رہے اور ان سے بھی طبیعت مانوس ہوئی، ان کا مدینہ اور جدہ میں کاروبار ہے، عبد الرشید صاحب حیدر آبادی مسجد نبویؐ میں انجینئر ہیں اور مسجد حرام میں بھی انہوں نے برسوں خدمت انجام دی، جب کعبہ شریف کے اندرونی حصہ میں ۱۵ سال پہلے تعمیری کام ہو رہا تھا تو اس وقت بھی ان کو خدمت کا موقع ملا تھا اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ اور مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نے اس موقع پر ان کی کوشش سے اندر داخل ہو کر حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے عہد کا وہ حصہ دیکھا تھا، جسے حجاج بن یوسف ثقفی نے بند کر دیا تھا انجینئر عبد الرشید صاحب حیدر آبادی روضہ اقدس میں جالیوں کے اندر اس حصہ میں بھی جاری کام کی نگرانی کر چکے ہیں جو عام حالات میں کھلتا نہیں، ایک دن اس کی تفصیل انہوں نے سنائی، ہم سب مدینہ میں ان ہی کے مہمان ہیں اور جب بھی حضرت مولانا مدظلہ یا ان کے متعلقین آتے ہیں، وہ اپنا مہمان بنا کر محبت وخلوص سے ضیافت کرتے ہیں اور حرم لاتے لے جاتے ہیں، اس کا صلہ اللہ تعالیٰ ہی ان کو دے گا، مولانا سعید احمد خان رحمہ اللہ اور مولانا عبید اللہ بلیاوی رحمہ اللہ کے ساتھ تبلیغی جدوجہد میں ان کا وقت گزرا ہے، جب گفتگو کرتے ہیں تو ان کے واقعات ان کی زبان پر ضرور آجاتے ہیں، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی مدینہ حاضری پر بڑی خدمت کرتے تھے، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے مسترشد اور خلیفہ بھی ہیں۔

جناب عزیز احمد حسنی کراچوی شروع سے آتے جاتے رہے، بڑا دینی جذبہ رکھتے ہیں، اور حضرت مولانا سے قرابت داری کا بھی تعلق ہے، مدینہ کی محبت میں کراچی سے یہاں آگئے اور اب مدنی ہیں، ان کے بیٹے مولوی طہٰ حسنی کا جمعرات کو ولیمہ تھا، بہت چاہا کہ ہم لوگ شرکت کر لیں لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔

ڈاکٹر عبد الباسط بدر شام کے رہنے والے ہیں مگر عرصہ سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں، جامعہ اسلامیہ میں استاد بھی رہ چکے ہیں، عہد نبوی کے مدینہ اور عہد بہ عہد اس کی ترقیات پر کام کر رہے ہیں اور اس کے مشروع کے ڈائرکٹر ہیں، عالمی رابطہ ادب اسلامی کے نائب صدر بھی ہیں، ایک دن عشاء بعد اپنے گھر لے گئے جو قباء کے پاس ہے اور بڑی پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا، جس میں شامی، حجازی اور ترکی کھانے تھے، بڑے اخلاق ومحبت اور تواضع سے پیش آئے اور حضرت مولانا کو لینے اور چھوڑنے خود گئے، ڈرائیور موجود تھا، حضرت مولانا کے اکرام میں کسی اور کو نہیں بھیجا، شیخ عبد القدوس ابو صالح صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی کے بارے میں بتایا کہ وہ بیمار ہیں اور ان کو امیر نائف نے سعودی شہریت دے دی تھی۔

مولوی حفظ الرحمٰن ندوی پہلے ندوۃ العلماء کے عربی ترجمان ماہنامہ "البعث الاسلامی" میں رہ چکے ہیں اور اب تیس سال کے زائد عرصہ سے مدینہ میں ہیں، سنیچر کو قباء میں ملے تھے، دعوت کرنا چاہتے تھے، آخری دن جب مدینہ سے رخصت ہونا تھا، انجینئر عبد الرشید صاحب کے مکان پر کھانا لے کر آئے۔ کیرالا کے مولوی اسحاق ندوی اور دہلی کے مولوی شمیم ندوی بھی آتے جاتے رہے، ان دونوں نے بھی مدینہ کا اقامہ حاصل کر لیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

کے ایک خلیفہ محمد ذکی صاحب بھوپالی چالیس سال کے زائد عرصہ سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور یہاں کے آثار ومقامات سے تاریخی واقفیت ایسی رکھتے ہیں کہ جن مقامات پر سڑکیں تعمیر ہوگئی ہیں یا مکانات تعمیر ہوگئے ہیں وہ بتا دیتے ہیں کہ یہاں کیا تھا، انجینئر عبدالرشید صاحب حیدرآبادی کا مکان باب جبرئیل کی سمت میں پیدل ۲ منٹ کے فاصلہ پر ہے، بقیع سے گذر کر جانا ہوتا ہے، کہا کہ مدینہ میں سب سے پہلے یہاں اسلام کی دعوت قبول کی گئی تھی۔

شیخ محمد عوامہ شامی محدث، شیخ عبدالعزیز الکعکی جن کا مدینہ طیبہ سے متعلق جامع مشروع ہے، اور جس کو شاہ عبداللہ خادم الحرمین الشریفین کی سرپرستی بھی حاصل ہے، امام مسجد نبوی شیخ صلاح بدیر سفر پر تھے، جامعہ اسلامیہ میں بھی چھٹی تھی، اس لئے ندوی طلبہ بھی نہیں تھے، اہل مدینہ سے بھی ملاقاتیں کم رہیں، فیصل ایوارڈ یافتہ ممتاز عالم ومحقق مولانا ڈاکٹر علی احمد ندوی ایک روز حضرت مولانا کے ساتھ مدینہ طیبہ میں گزارنا چاہتے تھے، اس لئے وہ جدہ سے بذریعہ جہاز آئے اور دوسرے روز چلے گئے۔

مولوی عبید اللہ اسحاق ندوی اور مولوی نظار الاسلام ندوی ساتھ آئے تھے، جمعہ گذار کر گئے اور مکہ معظمہ سے جناب سید عبیداللہ حسینی ندوی بھی آئے۔

سنیچر کو حضرت مولانا مدظلہ اور ہم سب مسجد قبا گئے، اب اس کی بڑی توسیع ہوگئی ہے، حضرت مولانا مدظلہ نے ہم لوگوں کے لئے اس کی اصل جگہ کی نشاندہی کی، ہم لوگوں نے نماز پڑھی اور دعا کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سنیچر کا معمول قبا حاضری کا تھا، حدیث میں ایک عمرہ کا اجر بتایا گیا ہے، اور قرآن مجید میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے: ﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ﴾. اسی موقع پر احد بھی گئے، مزار سیدنا حمزہ پر حاضری دی، حضرت مولانا مدظلہ نے جنگ کا جغرافیائی حال اور سیرت سے متعلق تفصیلات بتائیں، بڑا سہانہ وقت تھا۔

مسجد قبلتین کو بھی باہر سے دیکھا، پہلے اندر سے بھی دیکھ چکے ہیں، اور نماز پڑھ چکے ہیں، اس مسجد میں پہلے بیت المقدس کے رخ پر نماز پڑھی جانے کا محراب ہے، پھر تحویل قبلہ کا حکم آیا اور کعبہ مشرفہ کے رخ پر نماز ادا کی جانے لگی، اس رخ کا بھی محراب ہے۔

دیار نکہت ونور سے واپسی

عشاء کی نماز پڑھ کر یہیں سے جدہ واپسی تھی اور جمعہ مکہ مکرمہ میں پڑھنے کا پروگرام تھا، مدینہ طیبہ سے جدائی کے لمحات دل کو غمزدہ کیے دے رہے تھے حضرت مولانا مدظلہ، مولانا واضح رشید مدظلہ اور بھی رفقاء سفر حال وقال سے گویا تھے، جانے کو جی نہیں چاہ رہا ہے، کیسے جائیں، حضرت عمر فاروقؓ کی تو یہ دعا تھی: "اللّٰھم اجعل موتی فی بلد رسولک". لیکن ظاہری نظام سفر کو اختیار کرنے کی صدا لگا رہا تھا البتہ درود شریف ایسا عمل ہے جو فراق کو وصال سے بدل دیتا ہے، زائر حرم حمید صدیقی کی یاد کیسے نہ آئے، وہ کہتے ہیں ؎

وہ عجب وقت تھا جب چلے تھے دیار نکہت ونور سے
وہ عجب سماں تھا جدا ہوئے تھے جو آستان حضور سے
بصد اضطراب درود پڑھنا مرا وہ کیف وسرور سے
کبھی جالیوں کے قریب سے کبھی ہٹ کے سامنے دور سے

مولوی طلحہ ندوی حیدرآبادی جدہ سے لینے آگئے تھے، عشاء کی نماز سے پہلے روضہ اقدس پر حاضری دی گئی اور صلوٰۃ وسلام پیش کیا گیا، اور عشاء بعد روانہ ہوکر رات ہی کو جدہ پہونچ گئے۔

یارب صلّ وسلّم دائماً أبداً
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّھم

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید ودیدہ زیب طباعت

☆ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین
از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
صفحات: ۳۷۱ قیمت: ۱۸۰

☆ LIFE AND MISSION OF MAULANA MOHAMMAD ILYAS
(مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت)
By: Syed Abul Hasan Ali Nadwi
صفحات: ۲۳۱ قیمت: ۱۱۰

نوٹ: طلباء کے لئے خصوصی رعایت
ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام
پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889[illegible]8176
Email.airpnadwa@gmail.com

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

ماہ مبارک کی عبادت مبارک مبارک!
روز عید کی مسرت مبارک مبارک!
پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER & DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جویلرس
جوتے والی گلی امین آباد
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow
Mob.: 9956069081-9919089014
Shop No. S-13 Gole Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
کیفے فردوس
CAFE FIRDOS
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel.: 23424781 - 23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ مرکز
menmark®
Men's Exclusive
MFG. Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

Postal Regd. No. LW/NP/63/2012TO2014
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Despatch Date, 10-12 / 25-27
Vol. No. 49 Issue No.21

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in
10 September, 2012

Quba Awning
Demo, Tent And Awning
ایم ۔ کے ۔ ملک
قبا اوننگ
DEMOTENT
مینوفیکچررس
ٹیرس اوننگ ۔ ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ ۔ لان اوننگ ۔ ڈیموٹینٹ
چندراول، (نزد سی آر پی ایف سینٹر)
سروجنی نگر، لکھنو
Chandrawal (Near C.R.P.F. Group Center)
Sarojni Nagar, Lucnknow
Tel : (W)0522-2817580 - (W)0522-2817759 - 0522-3211701
Mob.: 9335236026 - 9839095795 -
E-mail: qubaawningup@yahoo.com

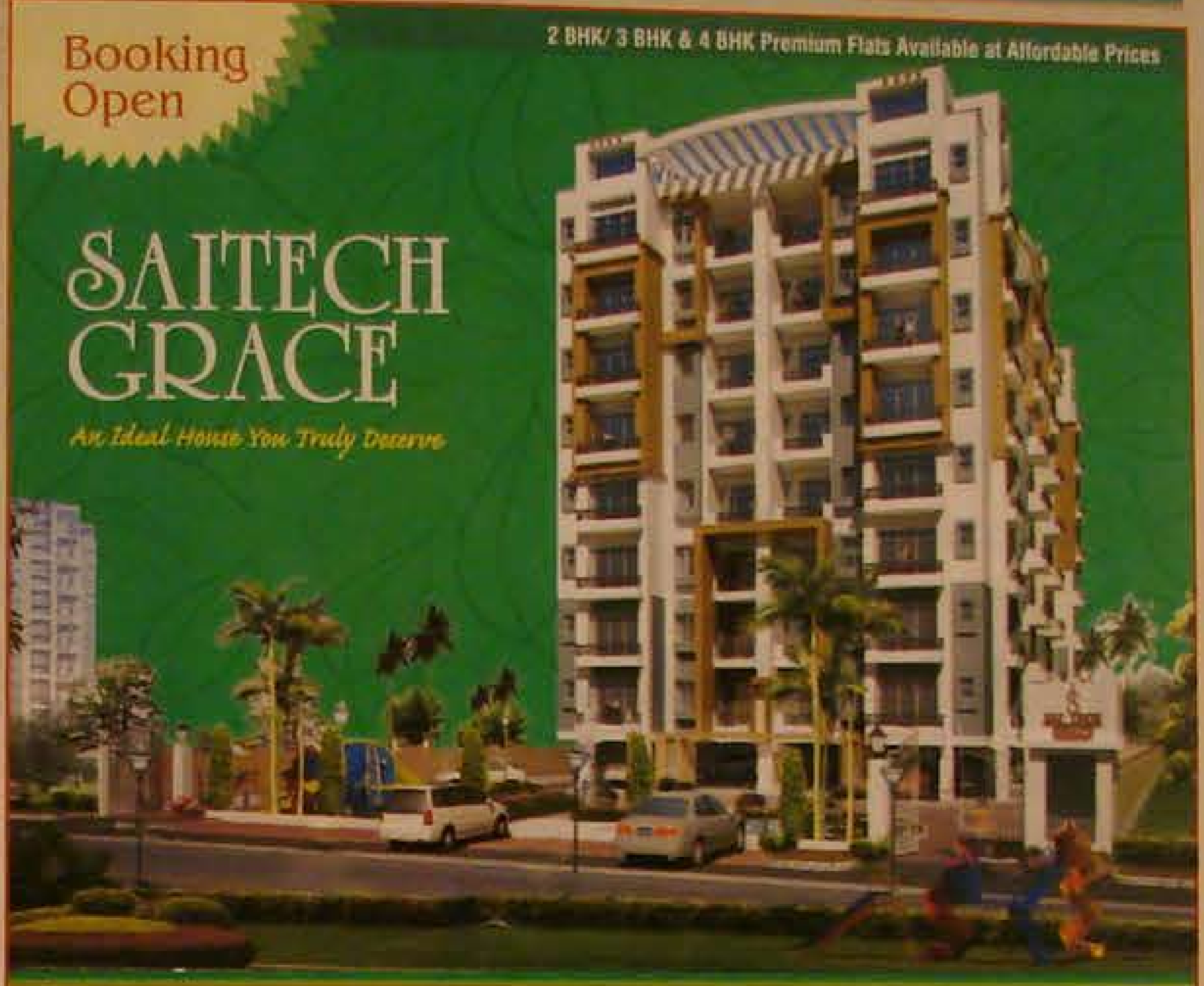

FACILITIES /AMENITIES 24X7 security system, Intercom / EPABX system from Entrance Gate, Power Backup through Generator, Internet connectivity, Pressurized water supply system, High quality single lever bathroom fittings, Open and covered car parking. Children play ground, Jogging / walking track, Gymnasium provision, Automatic high speed lifts, Fire Fighting System, Ample open and covered (stilt and basement) car parking space, Visitor's Parking.

BUILDERS & DEVELOPERS
SAITECH INFRASTRUCTURE PVT. LTD.
MAS COLONISERS (INDIA) PVT. LTD.

Corporate Office
06-F.F., Natraj Complex, 11 B.N. Road, Lalbagh,
Lucknow - 226001
Tele Fax : +91-522-4077160
Mob.: 9838456123, 9450200000, 9450931440, 9415022240
Website : www.saitechbuilders.com
E-mail : saitechinfra@gmail.com

Site Office
485/8, Mohan Meakin Road, Daliganj, Lucknow.

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب،
روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ
خوشبودار عطریات
کی ایک قابل اعتماد دوکان :
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
تیار کردہ
اظہارسن پرفیومرس
اکبری گیٹ، چوک لکھنو
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS
H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Designed By : Future Graphix, Lko. Mobile : 7860632916

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085